قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

منگل 23 مارچ 2021ء | 09 شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:70

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1	حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم	3
2	دربارِ خلافت	4
3	جوشِ صداقت (منظوم)	4
4	آج کی دعا	4
5	اداریہ: 23 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی احباب کو نصائح	5
6	حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے متعلق قرآن و حدیث اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیاں	6
7	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول	10
8	حضرت مسیح موعودؑ اور تعلیم قرآن کا بیان	13
9	حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے آقا و مطاع و محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عشق	14
10	حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مرتبہ	16
11	سیرت حضرت مسیح موعود و مہدی معہود	20
12	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عجز و انکساری	23
13	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک	24
14	پنڈت لیکھرام کی ہلاکت اور مخالف مجسٹریٹس کا انجام	25
15	آنحضرت ﷺ کے معجزات۔حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں	26
16	سلطان القلم حضرت مسیح موعودؑ کے وہ آخری سال	28
17	یعصمك اللّٰہ من عندہ و لو لم یعصمك الناس	32
17	دیار مسیح موعودؑ (قادیان) کے بابرکت تاریخی و طبعی خدوخال	34

ارشادِ باری تعالیٰ

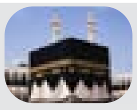

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۴﴾ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۵﴾

(سورۃ الجمعہ :1تا5)

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بِن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے۔ قدّوس ہے۔ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ اُن پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اُس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رضی اللہ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلَّی اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ {وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ} قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلاَثًا، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ » لَوْ كَانَ الإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ۔ أَوْ رَجُلٌ۔ مِنْ هَؤُلاَءِ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی۔حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب {وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ} والی آیات نازل ہوئیں تو میں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہونگے جن میں آپ دوبارہ تشریف لائیں گے؟ یہاں تک کہ تین دفعہ سوال دھرایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ:

’’اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی چلا جائے گا تو اہل فارس میں سے بہت سے اشخاص یا فرمایا ایک شخص ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے گا۔‘‘

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

MAKHZAN of TASAWEER
IMAGE LIBRARY

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

مَیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ قرآن اور حدیث کے مطابق اور اس الہام کے مطابق کہتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے مجھے کہا۔ جو آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں۔ جس کے کان ہوں وہ سنے اور جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رؤیت کی گواہی دی۔ دونوں باتیں ہوتی ہیں قول اور فعل۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا قول اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل موجود ہے۔شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کو دیگر گزشتہ انبیاء کے درمیان دیکھا۔ ان دو شہادتوں کے بعد تم اور کیا چاہتے ہو؟ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے صدہا نشانات سے تائید کی۔ جو طالبِ حق ہو اور خوف خدا رکھتا ہو اس کے سمجھنے کے واسطے کافی سامان جمع ہو گیا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 492، 493 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر فرماتے ہیں:

’’میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۴۰)

ایک عربی تحریر میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: اے مردان میدان اور فقہاء زمان اور علماء عصر حاضر، اور فضلاء عالَم، آپ لوگ مجھے ایک ایسے شخص کے بارہ میں فتویٰ دیں جو کہتا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور اس کے لئے خدا کی حمایت اس طرح ظاہر ہوئی ہے جیسے چاشت کے وقت کا سورج، اور اس کی صداقت کے انوار اس طرح روشن ہیں جیسے چودھویں کا چاند۔ نیز اس کی خاطر اللہ نے روشن نشان دکھائے ہیں اور جس کام کو بھی کرنے کا اس نے ارادہ کیا خدا اس میں اس کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ نیز اس نے اس کی دعاؤں کو سنا، خواہ وہ احباب کے بارہ میں تھیں یا دشمنوں کے بارہ میں۔ یہ بندہ کوئی بات نہیں کہتا مگر وہی جو نبی کریم ﷺ نے کہی ہو اور وہ ہدایت سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالتا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ یقیناً اللہ نے مجھے اپنی وحی کے ذریعہ نبی کا نام دیا ہے، نیز قبل ازیں بھی ہمارے رسول مصطفیٰ کی زبان مبارک سے مجھے نبی کا نام دیا گیا ہے۔ اور نبوت سے اس کی مراد بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ پاتا ہے اور اللہ سے بکثرت غیبی خبریں پاتا ہے اور بکثرت وحی پاتا ہے۔ نیز کہتا ہے کہ نبوت سے ہماری مراد وہ نہیں ہے جو پہلے صحائف میں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسا درجہ ہے جو ہمارے نبی خیرالوریٰ کی پیروی کئے بغیر نہیں مل سکتا ۔ اور جس کو بھی یہ درجہ ملتا ہے ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ ایسا کلام کرتا ہے جو بہت زیادہ اور بہت واضح ہوتا ہے۔ مگر شریعت اپنی اصل حالت پر ہی رہتی ہے۔ نہ اس سے کوئی حکم کم ہوتا ہے، نہ اس میں کسی ہدایت کی زیادتی ہوتی ہے۔ نیز یہ مدعی کہتا ہے کہ میں نبی اکرمؐ کی امت کا ایک فرد ہوں، اس کے باوجود اللہ نے نبوت محمدیہ کے فیوض کے تحت مجھے نبی کا نام دیا ہے، اور اس نے میری طرف وہ وحی کی جو اس نے کی۔ پس نہیں ہے میری نبوت مگر آپؐ ہی کی نبوت۔ اور نہیں ہیں میرے دامن میں مگر آپؐ ہی کے انوار اور آپؐ ہی کی شعاعیں۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں ہرگز کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا اور نہ ہی اس لائق تھا کہ میرا نام لیا جاتا۔

نبی تو اپنے روحانی فیض سے پہچانا جاتا ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے نبی اکرمؐ کے فیض ظاہر نہ ہوتے جبکہ آپؐ سب نبیوں سے افضل اور فیض رسانی میں سب سے بڑھ کر اور درجہ میں سب سے اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ اُس دین کی بھلا حقیقت ہی کیا ہے جس کا نور دل کو روشن نہ کرے اور جس کی دوا پیاس نہ بجھائے اور جس کا وجود دلوں کو نہ گرمائے اور جس کی طرف کوئی ایسی خوبی منسوب نہ کی جاسکے جس کا ظاہر ہونا حجت تمام کر دے۔

پھر ایسا دین چیز ہی کیا ہے جو مومن کو کفر وانکار کرنے والے سے ممتاز نہ کر دے اور جس میں داخل ہونے والا ایسا ہی رہے جیسا کہ اس سے نکل جانے والا اور دونوں میں کوئی فرق ہی نظر نہ آوے۔۔۔۔۔۔جس نبی میں فیض رسانی کی صفت ناپید ہو اس کی سچائی پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی اور اس کے پاس آ کر بھی کوئی اسے نبی نہیں کہہ سکتا۔ اس کی مثال ایسے چرواہے کی سی نہیں جو اپنی بھیڑ بکریوں پر پتے جھاڑتا ہو اور انہیں پانی پلاتا ہو بلکہ وہ تو انہیں پانی اور چارہ سے دور رکھتا ہے۔

اور تم جانتے ہو کہ ہمارا دین زندہ دین ہے اور ہمارے نبیؐ مُردوں کو جِلا بخشتے ہیں اور آپؐ آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح عظیم الشان برکات لے کر آئے ہیں۔ کسی دین کی مجال نہیں کہ وہ ان اعلیٰ صفات میں اس کے آگے دم مار سکے۔ اس نہایت روشن دین کے سوا کسی اور دین میں یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ انسان سے اس کے حجابوں کا بوجھ اتارے اور اللہ تعالیٰ کے قصر اور اس کے دَر تک پہنچائے۔ اور اس بات میں شک کرنے والا اندھا ہی ہوگا‘‘۔

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۶۸۸، ۶۸۹)

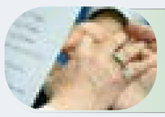

دربارِ خلافت

''وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

''کل 23/مارچ ہے اور یہ دن جماعت میں یوم مسیح موعودؑ کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آخری زمانے میں آ کر اسلام کی حقیقی تعلیم کو دنیا کو بتانا تھا اور پھیلانا تھا اور مسلمانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کرنا تھا بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا تھا اس کا اعلان ہوا۔ یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ اعلان کیا کہ میں ہی وہ مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور یوں آپؑ نے اپنی بیعت کا آغاز فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔ آپؑ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ

''وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا''

(درثمین صفحہ 160)

پس زمانے کی حالت متقاضی تھی کہ کوئی آئے جو اسلام کی ڈولتی کشتی کو سنبھالے لیکن بدقسمتی سے مسلمان علماء کی اکثریت نے جو پہلے اس انتظار میں تھے کہ کوئی مسیح آئے اور بڑی شدت سے یہ انتظار کر رہے تھے لیکن آپؑ کے دعوے کے بعد اکثریت نے مخالفت کی اور عامۃ المسلمین کو جھوٹی کہانیاں سنا کر، جھوٹی باتیں آپؑ کی طرف منسوب کر کے آپؑ کے خلاف اور آپؑ کی جماعت کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ قتل کے فتوے دیے جانے لگے۔ بلکہ آج تک احمدیوں پر بعض ملکوں اور جگہوں پر ظلم و بربریت دکھاتے ہوئے قتل و غارت گری کی ایسی ہولناک مثالیں قائم کی جا رہی ہیں یا کی گئیں اور یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا گیا جن کا اسلام کی حقیقت جاننے والے کبھی سوچ بھی نہیں سکتے اور کبھی ان سے ایسی حرکتیں عمل میں آ ہی نہیں سکتیں۔ بہرحال ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حالات اور مسیح موعود کے آ جانے کے بارے میں کس طرح مختلف ارشادات فرمائے ہیں۔ اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ کیوں مسیح موعود کے آنے کی ضرورت ہے اور مسیح کو اس زمانے سے کیا خصوصیت ہے؟ آپؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ بہرحال میں نے ہی آنا تھا۔ زمانہ متقاضی تھا کہ کوئی آئے۔'' (خطبہ جمعہ 22/مارچ 2019ء)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ

حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا

بقیہ صفحہ 9 پر

جوشِ صداقت

کیوں نہیں لوگو تمھیں حق کا خیال
دِل میں آتا ہے مِرے سَو سَو اُبال
آنکھ تر ہے دِل میں میرے درد ہے
کیوں دِلوں پر اِس قدر یہ گرد ہے
دِل ہوا جاتا ہے ہردم بے قرار
کِس بیاباں میں نکالوں یہ غبار
ہوگئے ہم درد سے زیر و زبر
مَر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر
آسماں پر غافلو اِک جوش ہے
کچھ تو دیکھو گر تمھیں کچھ ہوش ہے
ہوگیا دیں کفر کے حملوں سے چُور
چُپ رہے کب تک خداوندِ غیور
اِس صدی کا بیسواں اب سال ہے
شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
افترا کی کب تلک بنیاد ہے
وہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس
لعنتی ہوتا ہے مردِ مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

اعجاز احمدی صفحہ 32 مطبوعہ 1902ء

آج کی دعا

رَبِّ اَذْھِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَھِّرْنِیْ تَطْھِیْرًا (تذکرہ صفحہ:23)

ترجمہ: ''اے میرے رب! مجھ سے ناپاکی کو دور رکھ اور مجھے ایسا پاک کر دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے''۔

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی پاکیزگی حاصل کرنے کی دعا ہے جو کہ 1878ء میں الہام ہوئی تھی۔

ہمارے پیارے رسول مقدس و مطہر آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پاکیزگی اور صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔

حضرت عطاء بن یسارؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص پراگندہ بال اور بکھری داڑھی والا (پریشان حال) آیا۔ حضور ﷺ نے اسے اشارے سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ سر اور داڑھی کے بال درست کرو۔ جب وہ سر کے بال ٹھیک ٹھاک کر کے آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھلی شکل بہتر ہے یا یہ کہ انسان کے بال اس طرح بکھرے اور منتشر ہوں کہ وہ شیطان (اور بھوت) لگے۔

(موطا امام مالک)

پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کی طبیعت میں بہت پاکیزگی اور نفاست تھی۔ آپ ﷺ اکثر باوضو رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ وضوء کرتے وقت آپ ﷺ ریش مبارک کو بھی پانی سے دھوتے۔ غسل کا بہت اہتمام کرتے۔ جمعہ کے دن غسل کرنے کی خاص تلقین فرماتے تھے۔ ناخن کاٹنے کا بھی کہتے۔ آپ ﷺ اعلیٰ درجہ کی خوشبو پسند فرماتے تھے۔ گھر کی عورتوں کو بھی صاف ستھرا رہنے کی تلقین فرماتے۔ پھر آپ ﷺ دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی مسواک کرتے اور باہر جاتے ہوئے بھی مسواک کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور اللہ کی رضا کا موجب ہے۔

(ابو داؤد، نسائی، مسلم، بخاری، ابن ماجہ)

مرسلہ: مریم رحمٰن

اداریہ

23 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی احباب کو نصائح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مقامات پر اپنے دوستوں کو نصائح سے نوازا۔حضور چاہتے تھے کہ میری جماعت کے لوگ صحابہ رسول جیسے اخلاق سے متصف ہوں۔آپ نے 23 مارچ 1902ء کو جو نصائح فرمائیں وہ آج کے دن کی مناسبت سے قارئین الفضل کے لئے پیش ہیں۔حضور فرماتے ہیں۔

’’مامور من اللہ کی صحبت میں رہنے والے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔اور ایک حد تک علم صحیح اس تعلق کے متعلق جو مامور من اللہ اور خدا تعالیٰ میں ہوتا ہے حاصل کرتے ہیں، مگر وہ کامل علم جو اس مامور کو دیا جاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔اور خدا تعالیٰ کا علم تو پھر اور ہی رنگ رکھتا ہے۔جب مامور کی تکذیب اور انکار حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر ٹھیک اسی طرح جیسے زمیندار جب فصل پک جاتی ہے تو اس کے کاٹنے کے واسطے درانتی کو درست کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ بھی مکذبوں کے لیے تیاری کرتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے۔خدا تعالیٰ ہر پہلو سے حجت پوری کر چکا ہے۔اس لیے اب ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خاموشی سے آسمانی ہتھیار اور حربے کو دیکھے۔دنیا میں ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ جب ایک حاکم کو معلوم ہو جاوے کہ فلاں مظلوم ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ جس کا علم سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہے جو ہر حال کا بیناہے، کیوں اس مظلوم صادق کی مدد نہ کرے گا۔جو محض اس لیے ستایا گیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر یہ کہا کہ میں خدا کی طرف سے اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا ہوں۔اللہ تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔وہ اُن کی مدد کرتا ہے، لیکن ہاں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے۔یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اس تکذیب اور انکار کی خبر نہیں کفر ہے۔وہ تو ابتدا سے جانتا ہے کہ کیا کیا جاتا ہے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں۔جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے۔اسی طرح مخالف اپنے غلو میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔شیطان نے اُن کے دلوں میں جما دیا ہے کہ ہماری نسبت ہر قسم کا افترا اور بہتان اُن کے لیے جائز ہے اور نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔اس لیے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو ان کے مقابلے میں بالکل چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر نگاہ کریں۔جس قدر وقت اُن کی بیہودگیوں اور گالیوں کی طرف توجہ کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لیے دیں۔

ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں۔مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے، تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں تو رشتے ناطے ہوتے ہیں۔بعض ان میں سے خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے اور بعض طاقت کے لحاظ سے۔لیکن جناب الٰہی کو ان امور کی پروا نہیں۔اُس نے تو صاف طور پر فرما دیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔(الحجرات: 14)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے۔اب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو ہلاک کرے گا۔یہ نازک مقام ہے اور اس جگہ پر دو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی بھی وہیں رہے اور شریر اور ناپاک بھی وہیں۔ضرور ہے کہ متقی کھڑا ہو اور خبیث ہلاک کیا جاوے اور چونکہ اس کا علم خدا کو ہے کہ کون اُس کے نزدیک متقی ہے۔پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آیا ہے۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان میں علماء بھی ہیں۔ملہم بھی ہیں تو یہ ایک خیالی بات ہے اور اس سے کوئی فائدہ اس مقصد کو نہیں پہنچ سکتا جو انسانی ہستی کا ہونا چاہیے۔یاد رکھو وہ امر جس پر خدا راضی ہوتا ہے جب تک وہ نہ ہو نہ علم صحیح ہوتا ہے نہ الہام مفید۔جو شخص پاخانہ کے پاس کھڑا ہے۔پہلے تو اُسے بدبو ہی آئے گی۔پھر اگر عطر اس کے پاس کیا جاوے تو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائیگا۔جب تک خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہ ہو کچھ نہیں ملتا۔اور خدا سے قریب کرنے والی بات صرف تقویٰ ہے۔سچی آواز سننے کے لیے متقی بننا چاہیے۔میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو انہیں آجاوے الہام ہی سمجھتے ہیں؛ حالانکہ اضغاث احلام بھی ہوتے ہیں۔ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سنائی دیتی ہیں، وہ بناوٹی ہیں۔نہیں اُن کو آوازیں آتی ہوں گی، مگر ہم ہر آواز کو خدا تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے، جب تک اس کے ساتھ وہ انوار اور برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے ساتھ ہوتے ہیں۔اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان الہام کے دعویٰ کرنے والوں کو اپنے الہاموں کو اس کسوٹی پر پرکھنا چاہیے اور اس بات کو بھی اُنہیں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بعض آوازیں نری شیطانی ہوتی ہیں۔اس لیے ان آوازوں پر ہی فریفتہ ہو جانا دانشمند انسان کا کام نہیں، بلکہ جب تک اندرونی نجاست اور گند دور نہ ہو اور تقویٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جاوے۔جو دنیا ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی حقیر اور ذلیل نظر آوے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قول وفعل میں مقصود ہو اس مقام پر قدم نہیں پڑ سکتا جہاں پہنچ کر انسان اپنے اللہ کی آواز کو سنتا ہے۔اور وہ آواز حقیقت میں اسی کی ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت یہ تمام نجاستوں سے پاک ہو گیا ہوتا ہے۔

غرض نری آوازیں اور چند رسمی کتابوں کے پڑھ لینے سے فیصلہ نہیں ہوتا، بلکہ فیصلہ کی اصل اور سچی راہ وہی ہے جس کو تائیدات الٰہیہ کہتے ہیں۔اُن سے ہی فیصلہ ہوتا ہے اور خدا ہی کا حربہ فیصلہ کرتا ہے۔جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور ایسے مقام پر کھڑا ہے جو نجاست سے بالکل الگ ہے۔وہ وہی پاک آوازیں سنتا ہے جو حضرت موسیٰ۔حضرت عیسیٰ۔حضرت نوح۔حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے سنیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو سنا تھا۔میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آوازوں کی صداقت اور عملی ظہور کے لیے انسانی ہاتھوں کی ضرورت نہیں ہے۔بلکہ خود خدا تعالیٰ ان کی چمکار دکھاتا ہے؛ اگرچہ یہ بہت ہی باریک باتیں ہیں جو معرفت کے اسرار میں داخل ہیں؛ تاہم خوشبو اور بدبو اپنے مختلف نظاروں سے شناخت کی جا سکتی ہے۔اچھے درخت کو کوئی طرح پہچان لیتے ہیں۔پتوں سے بھی شناخت کر لیتے ہیں۔میں نے ایک بار الائچی کا درخت انبالہ میں دیکھا اور ایک پتا اس کا لیکر سونگھا، تو اس میں الائچی کی خوشبو موجود تھی؛ اگرچہ ابھی اس کے تین درجے باقی تھے، مگر خوشبو موجود تھی۔دانشمند انسان بہت سے قرائن سے امر واقعی کو معلوم کر لیتا ہے۔خباثت بھی ہزاروں پردوں میں چھپی رہتی ہے اور تقویٰ بھی ہزاروں پردوں میں مخفی رہتا ہے، مگر اُن کے آثار اور قرائن سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔صوفیوں نے لکھا ہے کہ جیسے کوئی آدمی عین بدکاری کی حالت میں پکڑا جاوے تو اسے بہت ہی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ایسے ہی ایک متقی جب اپنے تقویٰ کے سیر و عبادت میں مصروف ہو اور کوئی اجنبی اس پر گزرے تو اس کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔شرمندگی کے موجبات تو ایک ہی ہیں۔بدکار اپنی بدکاری کو امر مستور رکھنا چاہتا ہے اور متقی اپنے تقویٰ کو۔غرض تقویٰ کے امور بہت پوشیدہ ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اس سر کی ملائکہ کو بھی خبر نہیں ہوتی۔پھر دوسرے کو کیسے مل سکتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق تدلّی کا تھا اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ جس قدر سمجھتا تھا اس کو کسی دوسرے نے ہرگز نہیں سمجھا۔نہ حضرت ابو بکر نے اُسے سمجھا نہ حضرت علی نے اور نہ کسی اور نے۔آپ کا انقطاع تام اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔اور مخلوق کو مرے ہوئے کیڑے سے ہیچ سمجھنا ایک ایسا امر تھا جو دوسروں کو نظر نہ آ سکتا تھا، مگر خدا تعالیٰ کی تائیدوں کو دیکھ کر لوگ یہ نتیجہ ضرور نکالتے تھے کہ جیسا خدا تعالیٰ سے سچا اور قوی تعلق اُس نے پیدا کیا ہوا ہے۔خدا تعالیٰ نے بھی اس سے کوئی فرق نہیں کیا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد دوم ص 37-41)

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ قادیان

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے متعلق قرآن و حدیث اور صلحائے اُمت کی پیشگوئیاں

آخری زمانہ کے متعلق ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ ذکر ملتا ہے اور ایک موعود کے آنے کی بھی پیشگوئیاں ملتی ہیں۔قرآن و حدیث میں بھی اس کے متعلق واضح اشارے ملتے ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے عالم اسلام کے تنزل اور ادبار کے زمانہ میں ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی۔ وہ مسیح ومہدی آپؐ کے روحانی فرزند اور خلیفہ کے رنگ میں ظاہر ہونا تھا۔اس مسیح و مہدی نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں احیائے دین اور قیام شریعت کا علم بلند کرنا تھااور خدا نے اس کے ذریعہ تمام ملتوں کے مقابل روئے زمین پر اسلام کو غالب کرنا تھا۔یعنی غلبہ اسلام اس کے ہاتھ پر مقدر ہے۔اس آنے والے مسیح ومہدی کی تائید ونصرت کرنا ہرمسلمان کیلئے ضروری تھا تا کہ یہ عظیم مقصد پورا ہو سکے۔

اُمت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں امام مہدی کا ظہور ہوگااور عیسیٰ ابن مریم کا نزول بھی اسی زمانہ میں ہوگا۔مسلمانوں کا نظریہ امام مہدی اور مسیح موعود کے بارہ میں یہ ہے کہ دونوں وجود الگ الگ ظاہر ہوں گے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔درحقیقت احادیث اور روایات میں آنے والے موعود کے مختلف صفات کے لحاظ سے کئی نام بیان ہوئے ہیں۔ مگر زیادہ تر دو نام مسیح اورمہدی مذکور ہیں اور حدیث کی رو سے دیکھا جائے تو یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل مسیح اورمہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔چنانچہ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے ''لَاالْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ'' (سنن ابن ماجہ باب شدّۃ الزمان) کہ سوائے عیسیٰ ابن مریم کے اور کوئی المہدی نہیں ہے۔یعنی عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں صاف الفاظ میں عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیتے ہوئے فرمایا

یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَھْدِیًّا''

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم)

یعنی قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ ہو عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے اس کے امام مہدی ہونے کی حالت میں۔

مذکورہ بالا دو روایات اس بات کے سمجھنے کیلئے کافی ہیں کہ عیسیٰ اورمہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں اور احادیث میں جہاں عیسیٰ ابن مریم کی آمد کیلئے ''نزول'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد محض ظلّی اور بُروزی رنگ میں مسیح ابن مریم کی دنیا میں بعثت ہے۔

بعثت حضرت مسیح موعودؑ اور قرآن کریم

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ ٭ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۴﴾ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۵﴾

(سورۃ جمعہ: 2 تا 5)

ترجمہ۔اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ وہ بادشاہ ہے ، قدّوس ہے ، کامل غلبہ والا اور صاحبِ حکمت ہے۔وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور اُنہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے۔ اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

سورہ جمعہ کی ان آیات میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔آپ کی پہلی بعثت عرب کے اُمّیوں میں ہوئی اور دوسری بعثت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مطابق آخرین میں مقدر تھی۔جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ دریافت فرمایا کہ یہ آخرین کون لوگ ہیں جن میں حضور ﷺ کی دوسری بعثت ہو گی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اُسی مجلس میں موجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کرفرمایا :

لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رَجُلٌ اَوْرِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَآءِ

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

یعنی اگر ایمان ثریا ستارہ پر بھی چلا گیا تو ایک فارسی الاصل شخص یا اشخاص اس ایمان کو دوبارہ دُنیا میں قائم کریں گے۔

اِن آیات میں آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والے فارسی الاصل شخص کی بعثت کو آنحضرت ﷺ کی بعثت قرار دیا گیا ہے گویا آنے والا موعود آنحضرت ﷺ کا ظلّ کامل ہو گا۔

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ ھُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸﴾ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ﴿۹﴾ ھُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ﴿۱۰﴾

(الصف:7 تا 10)

ترجمہ۔اور (یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً مَیں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے۔ اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ کھلے نشانوں کے ساتھ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو ایک کھلا کھلا جادو ہے۔ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑے حالانکہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نُور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے دین کے ہر شعبہ پر کلیّتاً غالب کردے خواہ مشرک بُرا منائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔اس آیت کے اصل مصداق آنحضرت ﷺ ہی ہیں لیکن وہ موعود غلبہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ظاہر ہونا تھااس لئے مسیح اورمہدی کو آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں سمجھا گیا بلکہ اس کا آنا آنحضرت ﷺ کا آنا قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علماء محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔''

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15، صفحہ 232)

آیت نمبر 8 کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی شان احمدیت کے ظہور کی پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔آپ ﷺ محمد کے طور پر بھی جلوہ گر ہوئے جس کی پیشگوئی حضرت موسیٰ نے فرمائی اور احمد کے طور پر بھی جس کی پیشگوئی حضرت عیسیٰ نے فرمائی۔

(ترجمۃ القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 1026،حاشیہ نمبر1)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بروزی رنگ میں شان احمدیت کے ساتھ ایک موعود کے رنگ میں بعثت کی بشارت دی تھی جو اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے۔

سورۃ الصف کی ہی آیت نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ اسی مضمون کے تسلسل میں فرماتا ہے:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

(الصّف: 9)

ترجمہ:وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں۔حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔

اس آیت کے معنوں میں اُس موعود کے ظہور کا وقت بھی بتایا گیا ہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بیان فرماتے ہیں:

”اس آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ اتمام نور کیلئے چودھویں رات مقرر ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد17،صفحہ 124)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ غلبہ اسلام کی کامل تکمیل امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے وابستہ ہے چنانچہ چند ایک حوالجات درج ہیں

(الف) تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے:

هٰذَا عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ۔

کہ اس آیت میں مذکور غلبۂ اسلام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔

(ب) تفسیر جامع البیان جلد 29 میں لکھا ہے:

وَذٰلِكَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

کہ یہ غلبہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول پر ہوگا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ترجمہ۔تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کے متعلق حضرت علی بن حسین نے فرمایا:

نَزَلَتْ فِي الْمَهْدِيِّ

کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح ابوعبداللہ سے مروی ہے کہ اِس سے مہدی اور اس کی جماعت مُراد ہے۔

(بحار الانوار جلد 13 صفحہ 13)

بعثت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احادیث کی پیشگوئیاں

قرآن کریم کے بعد اب ہم احادیث پر نظر ڈالیں تو مسیح موعود کے بارہ میں رسول کریم ﷺ کی متعدد احادیث ملتی ہیں۔ایک روایت میں آتا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ

(بخاری، کتاب الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہاری حالت کیسی نازک ہوگی جب ابن مریم (یعنی مثیل مسیح) تم میں مبعوث ہوگا جو تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

اس حدیث میں آنحضور ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ آنے والا مسیح مسلمانوں کا امام ہوگا اور ایسا ہرگز نہیں کہ وہ امام کسی دوسری قوم سے تعلق رکھنے والا ہوگا بلکہ اسلام کا ہی پیرو ہوگا۔اس حدیث سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بجسد عنصری دنیا میں آنے جیسے باطل خیالات کا ردّ ہو جاتا ہے۔

پھر ایک اور حدیث میں مسیح موعود کے کام اور مشن کا ذکر کچھ اس طرح سے آیا ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تک عیسیٰ ابن مریم جو منصف مزاج حاکم اور عادل امام ہوں گے،مبعوث ہوکر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔(جب وہ مبعوث ہوں گے تو)وہ صلیب کو توڑیں گے،خنزیر کو قتل کریں گے،جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

مسلمانوں نے اپنی کم عقلی کی بنا پر اس حدیث کے مفہوم کو بالکل نہیں سمجھا اور آنے والے مسیح کے بارے میں غلط عقیدے رائج ہوگئے اور لوگ یہ ماننے لگے کہ مسیح ظاہری طور پر صلیب کو چن چن کر توڑے گا اور ظاہری طور پر خنزیروں کو تلاش کر کے ان کا قتل کرے گا۔کس قدر خام خیالی ہے کہ ایسی سوچ بن گئی۔

پھر ایک اور حدیث ہے جس میں آنے والے مسیح موعود اور امام کی بیعت کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَاِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ۔

(سنن ابو داؤد، باب خروج المھدی)

ترجمہ:یعنی اے مسلمانو!جب تمہیں اس کا علم ہو جائے تو فوراً اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

جب سورۃ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ نازل ہوئی تو حدیث میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کے استفسار پر آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ اَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰٓؤُلَاءِ (بخاری، کتاب التفسیر) کہ جب ایمان زمین سے اٹھ کر ثریا ستارے پر چلا جائے گا تب ان میں سےیعنی بنو فارس میں سے کوئی شخص یا اشخاص دوبارہ ایمان کو قائم کریں گے۔سورۃ جمعہ کی اس آیت کے اعداد بحساب جُمل 1275 بنتے ہیں جس سے اشارہ ملتا ہے کہ آنے والا موعود تیرہویں صدی کے میں ظاہر ہوگا۔

احادیث میں مسیح موعود کی جو علامتیں بیان کی گئیں ہیں انکے مطابق مسیح موعود نے عیسائیت کے غلبہ کے وقت آنا تھا۔کیونکہ اس موعود کا کام حدیث میں” يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ“ بیان ہوا ہے۔یعنی مسیح موعود عیسائی عقائد کو باطل ثابت کرے گا۔عیسائیت کا یہ غلبہ تیرہویں صدی ہجری میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔لہٰذا احادیث میں مذکور پیشگوئیوں کا تقاضا تھا کہ مسیح موعود تیرہویں صدی ہجری کے آخر یا چودھویں صدی ہجری کے آغاز پر ظاہر ہوتا۔

اب وہ احادیث پیش ہیں جن میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آنے والا مسیح موعود کس علاقہ میں ظاہر ہوگا۔چنانچہ ایک حدیث میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ

(مسلم، جلد دوم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال)

یعنی آنحضرت ﷺ نے خروج دجّال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی حالت میں مسیح ابن مریم کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا۔وہ دمشق کی طرف سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔مسلمانوں نے اس حدیث سے غلط مطلب لے لیا کہ مسیح موعود کا نزول دمشق شہر کے مشرقی حصہ میں سفید مینار پر ہوگا اور بہت عجیب وغریب تاویلیں اس حدیث کے بارہ میں کی گئی ہیں۔مگر درحقیقت اس حدیث سے مراد دمشق شہر کے مشرق میں نزول مسیح ہے، خاص دمشق شہر نہیں۔اس لئے خاص جائے نزول کے بارہ میں اختلاف ہی رہا ہے۔لیکن احادیث پر غور کرنے سے جائے نزول کا معمّہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عِصَابَةٌ تَغْزُوالْهِنْدَ وَهِيَ تَكُوْنُ مَعَ الْمَهْدِيِّ اسْمُهٗ اَحْمَدُ۔
(رواہ البخاریؒ فی تاریخ)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ایک جماعت ہندوستان میں (مخالفین اسلام سے) جہاد کرے گی اور وہ مہدی کے ساتھ ہوگی۔ اس مہدی کا نام احمد ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی ’’کدعہ‘‘ بستی سے نکلے گا۔ فرمایا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الْمَهْدِيُّ مِنْ قَرْيَةٍ يُقَالُ لَهَا كَدْعَة (جواہر الاسرار قلمی، صفحہ 56، بحوالہ حدیقہ الصالحین، حدیث نمبر 967) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہدی کدعہ نامی بستی سے ظاہر ہوگا اور کدعہ سے مراد قادیان ہے جو درحقیقت پہلے ’’اسلام پور قاضی‘‘ تھا۔ پھر کادی یا کادیں کے نام سے معروف رہا۔ اس طرح کدعہ دراصل قادیان کا ہی معرّب ہے۔

اور بھی متعدد احادیث ہیں جن میں مسیح موعود کے بارہ میں پیشگوئیاں ملتی ہیں یہاں مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کروں گا جس میں آنے والے مسیح موعود کیلئے ایک نشان کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ۔
(سنن دار قطنی جلد نمبر 1، باب صلوٰۃ الکسوف و الخسوف صفحہ 65)

یعنی ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق کے دن سے آج تک کسی کیلئے ظاہر نہیں ہوئے۔ یعنی ماہ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں سے) پہلی رات کو اور سورج کو (سورج گرہن کی تاریخوں میں سے) درمیانی تاریخ کو گرہن لگے گا۔

عین حدیث کے الفاظ کے مطابق آنے والے موعود کے حق میں یہ پیشگوئی بھی بڑی شان کے ساتھ 1894ء کے رمضان المبارک میں پوری ہوئی۔

بعثت مسیح موعود اور صلحائے امت کی پیشگوئیاں

امت مسلمہ میں گزشتہ صدیوں میں بے شمار بزرگان اولیاء کرام اور صلحائے امت گزرے ہیں جن کی تکریم ہر مسلمان کے دل میں ہے۔ ان صلحائے کرام نے بھی مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیاں کی ہیں۔ ان میں سے بعض ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔

بارہویں صدی کے مجدّد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ’’میرے ربّ بڑی عظمت والے نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی ظاہر ہونے کو تیار ہیں۔‘‘
(تفہیمات الٰہیہ، جلد 2، صفحہ 123)

حضرت حافظ برخوردار خان علیہ الرحمۃ جو سیالکوٹ کے ایک ولی کامل بزرگ گزرے ہیں۔ مسیح موعود کی آمد کے بارہ میں فرماتے ہیں:

پچھے اک ہزار پہ گزرے ترییے سال
عیسیٰؑ ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال

یعنی جب ہجری سن کے پورے تیرہ سو سال گزر جائیں گے تب حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوگا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت حافظ برخوردار صاحبؒ عیسیٰؑ کے ظہور کے قائل ہیں آسمان سے اترنے کے نہیں۔ (قلمی نسخہ ’’انواع‘‘ صفحہ 14)

ایک مشہور شیعہ بزرگ حضرت ابوسعید خانم ہندی گزرے ہیں۔ آپ نے کشف میں حضرت امام مہدیؑ کی زیارت کی تھی۔ آپ پورا کشف بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں: ’’كُلُّ ذٰلِكَ بِكَلَامِ الْهِنْدِ‘‘ (صافی شرح اصول کافی، کتاب الحجۃ، باب مولد صاحب الزمان، جزو سوم، حصہ دوم، صفحہ 304) یعنی کشف میں حضرت امام مہدیؑ نے جس زبان میں کلام فرمایا وہ سارا ہندوستانی زبان میں تھا۔ (امام مہدی کا ظہور، صفحہ 363)

ایک صوفی بزرگ حضرت شیخ حسن العراقی گزرے ہیں۔ ان کے بارے میں شیعہ اصحاب کی معتبر کتاب غایۃ المقصود میں لکھا ہے: ’’میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں... جب میں شام میں نوجوانی کی حالت میں جامع بنی امیہ میں داخل ہوا تو میں نے ایک شخص کو کرسی پر بیٹھے ہوئے مہدی اور اس کے خروج کے بارے میں گفتگو کرتے سنا۔ اس وقت سے مہدی کی محبت میرے دل میں گڑ گئی اور میں دعا میں لگ گیا، کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے ملائے۔ پس میں ایک سال تک دعا کرتا رہا۔ ایک دن میں مغرب کے بعد مسجد میں تھا کہ اچانک ایک آدمی میرے پاس آیا، کہ جس کے سر پر عجمیوں کی پگڑی بندھی ہوئی تھی اور اونٹ کے بالوں کا جُبّہ تھا۔ اس نے میرے کندھے کو اپنے ہاتھ سے چھوا اور مجھے کہا، میری ملاقات کی تجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا تو کون ہے اس نے کہا میں مہدی ہوں، پس میں نے اس کے ہاتھ چومے۔‘‘
(غایۃ المقصود، جلد دوم، صفحہ 81)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موعودِ زمانہ عجمی ہوگا نہ کہ عربی۔ اس حوالہ کو پہلے حوالہ سے ملا کر دیکھیں تو موعود امام کا ہندوستان میں ظاہر ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو انہیں رویاء میں حضورؐ نے فرمایا تھا، ایک کتاب فصوص الحکم تحریر فرمائی۔ اس میں پیشگوئی فرمائی کہ آنے والا موعود جو خاتم الاولیاء بھی ہے توام پیدا ہوگا۔ اس سے پہلے ایک لڑکی پیدا ہوگی اس کے بعد وہ پیدا ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں۔

’’اور اوپر قدم اور طریق شیث علیہ السلام کے ہوگا۔ اخیر ایک لڑکا کہ پیدا ہوگا وہ اس نوع انسان سے اور وہ لڑکا اٹھانے والا ہوگا علم اسرار شیثؑ کا وہ لڑکا ختم کرنے والا آدم کا ہے اور پیدا ہوگی ساتھ بہن اس کی۔ پس نکلے گی اس کی شکم مادر سے آگے اس کے اور نکلے گا وہ بعد بہن اپنی کے۔ اسطرح کہ ہوگا سر اس کا نزدیک دونوں پاؤں بہن اپنی کے اور ہوگی ولادت اس کی چین میں۔‘‘
(فصوص الحکم، صفحہ 36، مترجم مولانا محمد مبارک علی حیدر آبادی، مطبوعہ 1308ھ، مطبع احمدی کانپور)

اس پیشگوئی میں سب سے پہلے بتایا گیا کہ آنے والا موعود خاتم الاولاد ہوگا۔ خاتم الاولاد کے معنے یہاں خاتم الاولیاء کے ہیں۔ دوسرے وہ توام پیدا ہوگا اور اس سے پہلے ایک اس کی بہن پیدا ہوگی اور اسکا مولد چین ہوگا۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ متن عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ عربی میں ’’الصین‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور یہ لفظ عربی میں غیر عرب علاقہ یا دور دراز علاقہ کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی موعود زمانہ کا مولد غیر عرب علاقہ یا دور دراز کا ہونا ہی مراد ہے۔

حضرت محی الدین ابنِ عربی کی ہی ایک اور تصنیف ’’فتوحاتِ مکیہ‘‘ ہے۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں آنے والے موعود کے اصحاب اور مقربین کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ’’وہ سب عجمی ہوں گے۔ ان میں سے کوئی عربی نہ ہوگا۔ لیکن وہ عربی میں کلام کرتے ہوں گے۔ ان کیلئے ایک حافظ قرآن ہوگا جو ان کی جنس سے نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کبھی خدا کی نافرمانی نہیں کی ہوگی۔ وہ اس موعود کا خاص وزیر اور بہترین امین ہوگا۔‘‘
(فتوحات مکیہ، جلد سوم، صفحہ 364 تا 365)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور پیشگوئیوں کا پورا ہونا

مذکورہ بالا تمام پیشگوئیوں کے مطابق جو قرآن، حدیث، کتب سماویہ اور صلحائے امت مسلمہ نے کیں وہ موعود مسیح و مہدی اس دنیا میں ظاہر ہو چکا ہے اور وہ کوئی اور نہیں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بروز اور ظل اور آپؐ کے غلام صادق اور خود کو آپ کا شاگرد قرار دینے والے سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود ہیں۔ آپؑ کے آنے سے یہ تمام پیش خبریاں روز روشن کی طرح پوری ہوئیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

آپؑ پیشگوئیوں کے مطابق 1250ھ میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ یہ وہی قادیان ہے جسے حدیثوں میں کدعہ کہا گیا جو دو نہروں کے درمیان ہے۔ اور دمشق سے مشرق میں ہندوستان کی سرزمین پر موجود ہے۔ آپؑ 1290ھ میں بعمر چالیس سال الہام الٰہی سے مشرف ہوئے اور چودہویں صدی ہجری کے آغاز پر خدا تعالیٰ سے حکم پاکر آپ نے امام مہدی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ کی صداقت پر کسوف خسوف کا عظیم الشان نشان 1311ھ کے رمضان میں ظاہر ہوا۔ آپؑ نے دہریوں، ہندوؤں، عیسائیوں اور دیگر اقوام کے مقابل پر اسلام کا مضبوطی سے دفاع کیا اور ہر دشمن کے دانت کھٹے کئے اور ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح ہر میدان میں اسلام کا جھنڈا اونچا کیا۔ آپ نے دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا ایک مضبوط نظام قائم فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوّت کا قیام عمل میں آیا اور اب خلافت کے سائے تلے دنیا کے 212 ممالک میں اس موعود مسیح پر ایمان لانے والے موجود ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 4

"دو دن پہلے 23/مارچ تھی۔ یہ دن جماعت احمدیہ میں بڑا اہم دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دَور کا آغاز ہوا۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو اُس دن مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے اعلان کی اجازت دی جنہوں نے جہاں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے براہین و دلائل پیش کرنے تھے وہاں دین اسلام کی برتری تمام ادیان پر کامل اور مکمل دین ثابت کرتے ہوئے ثابت کرنی تھی اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دلوں کو بھرنا تھا۔

پس آج ہم وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس دن کی اہمیت ہے، جماعت میں اس دن کی اہمیت کے مدّنظر یوم مسیح موعود کے جلسے بھی ہوتے ہیں اور آج سے دو دن پہلے بھی بہت سے جلسے ہوئے جن میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد اور آپ کی جماعت کے قیام اور اس دن کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی وہاں افرادِ جماعت نے شکر بھی ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہوئے آنے والے مسیح موعود کو اور مہدی معہود کو ماننے اور اسے سلام پہنچانے کی توفیق بخشی۔"

ہماری ذمہ داریاں

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا جہاں خوشی اور شکر کا مقام ہے وہاں ہماری ذمہ داریاں بھی بڑھاتا ہے۔ پس ہمیں ان ذمہ داریوں کی پہچان اور ان کی ادائیگیوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ہماری ذمہ داریاں ان کاموں کو آگے چلانا ہے جن کی ادائیگی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ تبھی ہم ان لوگوں میں شمار ہو سکتے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر نئی زمین اور نیا آسمان بنانے والوں میں شامل ہونا تھا۔ پس ان ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف ہی دیکھنا ہوگا کہ آپ کی بعثت کے مقاصد کیا تھے اور ہم نے ان کو کس حد تک سمجھا ہے اور اپنے پر لاگو کیا ہے۔ اور ان کو آگے پھیلانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے یا کردار ادا کر رہے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 25/ مارچ 2016ء)

حقیقی موحد بن سکو گے

23/مارچ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑا اہم دن ہے کیونکہ اس دن حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بیعت کے ذریعہ سے بنیاد رکھی۔ آپ نے فرمایا کہ آنے والا مسیح موعود اور مہدی معہود جس کے آنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی وہ مَیں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں تا کہ توحید کا قیام کر کے محبت الٰہی دلوں میں پیدا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306-307)

پھر آپ نے فرمایا کہ یہ مقام و مرتبہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ سے سچے عشق کی وجہ سے ملا ہے۔ اس لئے تمام دنیا کے لئے یہ پیغام ہے کہ اس رسول سے محبت کرو اور اس کی پیروی کرو۔ اس سے خدا تعالیٰ سے بھی تعلق قائم ہو گا اور حقیقی موحد بھی بن سکو گے۔

(خطبہ جمعہ 24/ مارچ 2017ء)

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت مسیحِ موعودؑ اور تعلیم قرآن کا بیان...... از صفحہ 13

5۔ تو اس کو ایک سمجھ کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ تو اس کو قادر سمجھ جو کسی فعل قابل تعریف سے عاجز نہیں۔ تو اس کو رحیم اور فیاض سمجھ کہ جس کے رحم اور فیض پر کسی عامل کے عمل کو سبقت نہیں۔

دوم: حالت موجودہ دنیا کے مطابق گناہوں کی مخالفت

1۔ تو سچ بول اور سچی گواہی دے۔ اگرچہ اپنے حقیقی بھائی پر ہو یا باپ پر ہو یا ماں پر ہو یا کسی اور پیارے پر ہو اور حقانی طرف سے الگ مت ہو۔

2۔ تو خون مت کر۔ کیونکہ جس نے ایک بے گناہ کو مار ڈالا وہ ایسا ہے۔ کہ جیسے اس نے سارے جہان کو قتل کر دیا۔

3۔ تو اولادکشی اور دخترکشی مت کر۔ تو اپنے نفس کو آپ قتل نہ کر تو کسی قاتل یا ظالم کا مددگار مت ہو۔ تو زنا مت کر۔

4۔ تو کوئی ایسا فعل نہ کر جو دوسرے کا ناحق باعثِ آزار ہو۔

5۔ تو قماربازی نہ کر تو شراب مت پی تو سود مت لے۔ اور جو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے۔ وہی دوسرے کے لئے کر۔

6۔ تو نامحرم پر ہرگز آنکھ مت ڈال نہ شہوت سے نہ خالی نظر سے کہ یہ تیرے لئے ٹھوکر کھانے کی جگہ ہے۔

7۔ تم اپنی عورتوں کو میلوں اور محفلوں میں مت لیجو۔ اور ان کو ایسے کاموں سے بچاؤ۔ کہ جہاں وہ ننگی نظر آویں۔ تم اپنی عورتوں کو زیور چھنکاتے ہوئے خوش اور نظر پسند لباس میں کوچوں اور بازاروں اور میلوں کی سیر سے منع کرو۔ اور ان کو نامحرموں کی نظر سے بچاتے رہو۔ تم اپنی عورتوں کو تعلیم دو۔ اور دین اور عقل اور خداترسی میں ان کو پختہ کرو۔ اور اپنے لڑکوں کو علم پڑھاؤ۔

8۔ تو جب حاکم ہو کر کوئی مقدمہ کرے۔ تو عدالت سے کر اور رشوت مت لے۔ اور جب تو گواہ ہو کر پیش ہو تو سچی گواہی دیدے۔ اور جب تیرے نام حاکم کی طرف سے بغرض ادا کسی گواہی کے حکم طلبی کا صادر ہو۔ تو خبردار حاضر ہونے سے انکار مت کیجو۔ اور عدول حکمی مت کریو۔

9۔ تو خیانت مت کر تو کم وزنی مت کر اور پورا پورا تول۔ تو جنس ناقص کو عمدہ کی جگہ مت بدل۔ تو جعلی دستاویز مت بنا۔ اور اپنی تحریر میں جعل سازی نہ کر۔ تو کسی پر تہمت مت لگا۔ اور کسی کو الزام نہ دے۔ کہ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

10۔ تو چغلی نہ کرے۔ تو گلہ نہ کر۔ تو نمّامی نہ کر اور جو تیرے دل میں نہیں۔ وہ زبان پر مت لا۔

11۔ تیرے پر تیرے ماں باپ کا حق ہے۔ جنہوں نے تجھے پرورش کیا۔ بھائی کا حق ہے۔ محسن کا حق ہے۔ سچے دوست کا حق ہے۔ ہمسایہ کا حق ہے۔ ہموطنوں کا حق ہے۔ تمام دنیا کا حق ہے۔ سب سے رتبہ بہ رتبہ ہمدردی سے پیش آ۔

12۔ شرکاء کے ساتھ بدمعاملگی مت کر۔ یتیموں اور ناقابلوں کے مال کو خوردبرد مت کر۔

13۔ اسقاط حمل مت کر۔ تمام قسموں زنا سے پرہیز کر۔ کسی عورت کی عزت میں خلل ڈالنے کے لئے اس پر بہتان مت لگا۔

14۔ روبخدا ہو اور روبدنیا نہ ہو کہ دنیا ایک گذر جانے والی چیز ہے۔ اور وہ جہان ابدی جہان ہے۔ بغیر ثبوت کامل کے کسی پر نالائق تہمت مت لگا۔ کہ دلوں اور کانوں اور آنکھوں سے قیامت کے دن مواخذہ ہو گا۔

15۔ کسی سے کوئی جبراً چیز مت چھین۔ اور قرض کو عین وقت پر ادا کر۔ اور اگر تیرا قرض دار نادار ہے تو اس کو قرض بخش دے۔ اور اگر اتنی طاقت نہیں۔ تو قسطوں سے وصول کر۔ لیکن تب بھی اس کی وسعت و طاقت دیکھ لے۔

16۔ کسی کے مال میں لاپرواہی سے نقصان مت پہنچا۔ اور نیک کاموں میں لوگوں کو مدد دے۔

17۔ اپنے ہم سفر کی خدمت کر۔ اور اپنے مہمان کو تواضع سے پیش آ۔ سوال کرنے والے کو خالی مت پھیر اور ہر ایک جاندار بھوکے پیاسے پر رحم کر۔»

(حیاتِ احمد صفحات 274-277 از حضرت یعقوب علی عرفانی)

آخر میں کشتی نوح۔ ہماری تعلیم سے ایک حصہ درج کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ قرآنی تعلیمات کے بارے میں فرماتے ہیں:

«تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔»

پس آج اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت پانی ہے تو اس کا ایک ہی واحد علاج ہے کہ اس زمانے کے امام مسیح موعود بانی جماعت احمدیہ کی جماعت میں شامل ہو۔ اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی اصل تشریح و توضیح جو آپؑ نے فرمائی ہے اسکے مطابق عمل کرے۔ اور رسول کریم ﷺ پر شکرانے کے طور پر درود شریف پڑھے کہ ہمیں وہ زمانہ دیکھنے کو ملا کہ جس کو دیکھنے کے لئے ہم سے پہلے قومیں ترستی اس جہان سے گذر گئیں۔

آیئے آج کے دن عہد کریں۔ کہ ہم قرآن کو مقدم کریں گے قرآن کو عظمت دیں گے۔ اس کی روزانہ تلاوت کریں گے۔ اور اس پر سوچ سمجھ کر پوری طرح عمل پیرا ہوں گے۔ یہی پیغامِ احمدیت ہے۔ یہی پیغام مسیح موعود ہے۔ اور اسی پیغام کو لے کر آج جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں دن بدن آگے ہی آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

جاذب محمود طالب علم جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق رسول

آپ کی رؤیا و کشوف کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کا ایک بہت اعلیٰ مقام بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو پانے کا ذریعہ آنحضرت ﷺ کو قرار دیا۔ فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: 32)

یعنی اگر تم اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کا ذریعہ محبت رسول ﷺ ہے اس نسخہ پر عمل کر کے ہزاروں لوگوں نے خدا کی محبت پائی ہے جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت بلند مقام ہے۔ آپ علیہ السلام اپنے مقام و مرتبہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا:

’’حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت ﷺ ہیں۔۔۔اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر یک مدح و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت ﷺ کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصّہ حاصل کرتا ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 580-581 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

مگر حقیقی متابعت میں عشق کے معنی شامل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مزدور کا اپنے کام سے عشق نہ ہو، اس میں جذبہ نہ ہو، تو اس کا کام بھی اتنا اعلیٰ نہیں ہو گا۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے کام سے عشق رکھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عشق اس کے کام کو اعلیٰ کر دیتا ہے۔ معمول کے مطابق، اگر کسی شخص کو اپنے کام سے محبت ہو یا کسی شعبہ سے محبت ہو، تو دیکھا گیا ہے کہ اسی کے سپرد اس کام کو کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کے درجہ تک پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو حضور ﷺ کے دین کی تجدید کے لئے چنا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ میں بھی جو کچھ خدا تعالیٰ کا فیض اور فضل نازل ہو رہا ہے، وہ آپ ﷺ ہی کی اطاعت اور آپ ﷺ ہی کی اتباع سے ملتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32)

اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل میں ہوں۔ ان نشانات کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کے محبوبوں اور ولیوں کے قرآن شریف میں مقرر ہیں مجھے شناخت کرو۔‘‘ (ملفوظات جلد اوّل 132)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا ہے کہ عشقِ رسول کے نتیجہ میں مَیں تم سے پیار کروں گا۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ محبت الٰہی کی کیا علامات ہیں؟ جو شخص اللہ سے محبت کرتا ہو گا، اسے بلا شبہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہونے کی خواہش محسوس ہوتی ہو گی۔ کہ کاش میں اس زمانے میں ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پر وحی نازل کی اور دنیا پر ایک انقلاب برپا کر دیا۔ کتنے خوش قسمت وہ صحابی ہیں جنہوں نے اس وقت کو دیکھا اور حضور ﷺ کو مانا اور ان سے سیکھا اور اس کامل رسول کی اور اس کے خدا کی رضا کو پایا۔

ہر سلیم عقل یہ ماننے پر مجبور رہے گی کہ اِس شخص نے اللہ تعالیٰ کے پیار کو پایا ہے۔ اس بات کا صریح ثبوت ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس خواب سے ملتا ہے جو آپ نے 1886 میں دیکھی:

’’خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

ھٰذا رجل یحب رسول اللہ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبتِ رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 598 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3، تذکرہ صفحہ 34)

درج ذیل واقعہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت آنحضرت ﷺ کی پاک ذات کی نسبت کیسے جاگتی تھی۔ آپ کی غیرت آنحضرت ﷺ کے پاک اسوہ پر کسی حملہ کو برداشت نہ کر پاتی۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام فیروز پور سے قادیان آ رہے تھے۔ حضور علیہ السلام پلیٹ فارم کے قریب ہی نماز کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپ وضو فرما رہے تھے کہ لیکھرام، جو آپ کا سخت دشمن تھا اور آنحضرت ﷺ پر حملے کرتا تھا، آپ کی طرف بڑھا اور سلام کیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ:

اس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا مگر حضرت نے یونہی سر اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔ اس نے سمجھا شاید سنا نہیں۔ اس نے پھر (سلام) کیا۔ حضرت بدستور استغراق میں رہے۔ وہ کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ کسی نے کہا کہ لیکھرام سلام کرتا تھا۔ فرمایا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی بڑی توہین کی ہے۔ میرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لوں۔ آنحضرت ﷺ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کو سلام کرنے آیا ہے۔ (حیاتِ طیبہ صفحہ 211)

یہ آپ کی غیرت کا ایک نمونہ ہے جو آپ میں آنحضرت ﷺ کی محبت کی وجہ سے جاگی۔ اگر جاگی تو اس لئے نہیں کہ کسی نے آپ کو برا بھلا کہا۔ نہیں۔ جاگی تو صرف اس لئے کہ کسی نے آپ کے محبوب کی گستاخی کی۔ آپ نے کتابیں بھر دیں اور اشتہارات شائع کیے اور نظمیں لکھیں اور کھول کھول کر دنیا کے لئے ثابت کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی گستاخی کرنا ناممکن ہے۔ آپ کی پاک زندگی پر کوئی معقول شخص ملامت نہیں کر سکتا۔ آپ علیہ السلام نے تمام مخالفینِ اسلام کے ہاتھ ہر قسم کے ہتھیار سے خالی کر دیے۔

آپ کی اس تعجب انگیز محبت نے آسمانوں سے قبولیت پائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور دنیا کو اطلاع دی کہ ہم اس کے عشق کو قبول کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام کو پہلا کشف 1864 یا 1865 میں ہوا جب آپ ابھی صرف انتیس تیس سال کے تھے۔ آپ اس کشف کو اپنے لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں:

’’اوائل ایام جوانی میں ایک رات میں نے (رؤیا میں) دیکھا کہ میں ایک عالیشان مکان میں ہوں جو نہایت پاک اور صاف ہے اور اس میں آنحضرت ﷺ کا ذکر اور چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں؟ انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ میں دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کے اس کے اندر چلا گیا اور جب میں حضورؐ کی خدمت میں پہنچا تو حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بہتر طور پر میرے سلام کا جواب دیا۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال اور ملاحت اور آپ ﷺ کی پرشفقت و پرمحبت نگاہ مجھے اب تک یاد ہے اور وہ مجھے کبھی بھول نہیں سکتی۔ آپ ﷺ کی محبت نے مجھے فریفتہ کر لیا اور آپ ﷺ کے حسین و جمیل چہرہ نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے احمد! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ جب میں نے اپنے دائیں ہاتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب ہے اور وہ مجھے اپنی ہی ایک تصنیف معلوم ہوئی۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ! یہ میری ایک تصنیف ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس کتاب کا کیا نام ہے۔ تب میں نے حیران ہو کر کتاب کو دوبارہ دیکھا۔ تو اسے اس کتاب کے مشابہ پایا جو میرے کتاب خانہ میں تھی اور جس کا نام قطبی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا نام قطبی ہے۔ فرمایا اپنی یہ کتاب قطبی مجھے دکھا۔ جب حضور ﷺ نے اسے لیا تو حضور ﷺ کا مبارک ہاتھ لگتے ہی وہ ایک لطیف پھل بن گیا۔ جو دیکھنے والوں کے لئے پسندیدہ تھا۔ جب حضور ﷺ نے اسے چیرا۔ جیسے پھلوں کو چیرتے ہیں تو اس سے بہتے پانی کی طرح مصفّا شہد نکلا۔ اور میں نے شہد کی طراوت آنحضرت ﷺ کے داہنے ہاتھ پر انگلیوں سے کہنیوں تک دیکھی اور شہد حضور ﷺ کے ہاتھ سے ٹپک رہا تھا۔ اور آنحضرت ﷺ گویا مجھے اس لئے وہ دکھا رہے ہیں تا

مجھے تعجب میں ڈالیں۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ دروازے کی چوکھٹ کے پاس ایک مردہ پڑا ہے جس کا زندہ ہونا اللہ تعالیٰ نے اس پھل کے ذریعہ مقدر کیا ہوا ہے اور یہی مقدر ہے کہ نبی کریم ﷺ اس کو زندگی عطا کریں۔ میں اسی خیال میں تھا کہ دیکھا کہ اچانک وہ مردہ زندہ ہو کر دوڑتا ہوا میرے پاس آ گیا اور میرے پیچھے کھڑا ہو گیا مگر اس میں کچھ کمزوری تھی گویا وہ بھوکا تھا تب نبی کریم ﷺ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور اس پھل کے ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا ان میں سے حضورؐ نے خود کھایا اور باقی سب مجھے دے دئے ان سب ٹکڑوں سے شہد بہہ رہا تھا۔ اور فرمایا۔ اے احمد اِس مردہ کو ایک ٹکڑا دے دو تا اسے کھا کر قوت پائے میں نے دیا تو اس نے حریصوں کی طرح اسی جگہ ہی اسے کھانا شروع کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی کرسی اونچی ہو گئی ہے حتیٰ کہ چھت کے قریب جا پہنچی ہے اور میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں میں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہا تھا اور ذوق اور وجد کی وجہ سے میرے آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت بھی میں کافی رو رہا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ وہ مردہ شخص اسلام ہے اور اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے روحانی فیوض کے ذریعہ سے اسے اب میرے ہاتھ پر زندہ کرے گا۔ اور تمہیں کیا پتہ شاید یہ وقت قریب ہو۔ اس لئے تم اس کے منتظر رہو۔ اور اس رؤیا میں آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے پاک کلام سے اپنے انوار سے اور اپنے (باغِ مقدس کے) پھلوں کے ہدیہ سے میری تربیت فرمائی تھی۔'' (ترجمہ از آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 548، 549، تذکرہ صفحہ 1-3۔ حاشیہ)

یہ رؤیا براہین احمدیہ میں بھی مذکور ہے مگر چونکہ اس کے شروع کا اور آخر کا حصہ اس تفصیل سے آئینہ کمالاتِ اسلام میں درج ہے اس لئے وہاں سے لیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے ایک کشف تقریباً 1876 میں دیکھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ نمازِ مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غیبتِ حس جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسی بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علیؓ و حسنینؓ و فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم اجمعین (براہین احمدیہ حصہ چہارم روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ 598-599 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)۔۔۔ پھر۔۔۔ میں نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھے ایک کتاب دکھاتے اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی تفسیر ہے جس کو میں نے تالیف کیا ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو دوں تب میں نے ہاتھ بڑھا کر اسے لے لیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے مگر آپ ﷺ بولتے نہیں تھے گویا آپ ﷺ میرے بعض غموں کی وجہ سے غمگین تھے، اور میں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کا وہی چہرہ تھا جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ آپ ﷺ کے نور سے گھر روشن ہو گیا۔ پس پاک ہے وہ خدا جو نور اور نورانی وجودوں کا خالق ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 16-17 حاشیہ)

1882 میں آپ نے یہ خواب دیکھی:

''اور ایک رات میں کچھ لکھ رہا تھا کہ اسی اثنا میں مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔ اس میں نے وقت آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ کا چہرہ بدرِ تام کی طرح درخشاں تھا۔ آپ ﷺ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے مجھ سے معانقہ کیا اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں اور میرے اندر داخل ہو گئیں۔ میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ ﷺ مجھ سے الگ ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد مجھ پر الہامِ الٰہی کے دروازے کھول دئے گئے اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا یا احمد بارک اللہ فیک'' (آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 34-35)

یعنی اے احمد تجھ میں اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوں۔

1891 میں آپ نے یہ خواب دیکھی جس سے آپ کا آپ ﷺ سے قرب کا پتا لگتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''ایک مدت کی بات ہے جو اس عاجز نے خواب میں دیکھا جو آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارکہ پر میں کھڑا ہوں اور کئی لوگ مر گئے ہیں یا مقتول ہیں ان کو لوگ دفن کرنا چاہتے ہیں۔ اسی عرصہ میں روضہ کے اندر سے ایک آدمی نکلا اور اس کے ہاتھ میں ایک سرکنڈہ تھا اور وہ اس سرکنڈہ کو زمین پر مارتا تھا اور ہر یک کو کہتا تھا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب وہ یہی کام کرتا کرتا میرے نزدیک آیا اور مجھ کو دکھلا کر اور میرے سامنے کھڑا ہو کر روضہ شریفہ کے پاس کی زمین پر اس نے اپنا سرکنڈہ مارا اور کہا کہ تیری اس جگہ قبر ہوگی۔ تب آنکھ کھل گئی اور میں نے اجتہاد سے اس کی یہ تاویل کی کہ یہ معیّت معادی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ جو شخص فوت ہونے کے بعد روحانی طور پر کسی مقدس کے قریب ہو جائے تو گویا اس کی قبر اس مقدس کی قبر کے قریب ہوگئی۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 352، تذکرہ صفحہ 147)

18 اکتوبر 1892ء کو آپ علیہ السلام نے یہ خواب دیکھی:

''جب میں رات کو بعد تحریر نعت نبی کریم ﷺ اور مناقب و محامد صحابہ رضی اللہ عنہم سویا تو مجھے ایک نہایت مبارک اور پاک رویا دکھایا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک وسیع مکان میں ہوں جس کے نہایت کشادہ اور وسیع دالان ہیں اور نہایت مکلف فرش ہو رہے ہیں اور اوپر کی منزل ہے اور میں ایک جماعت کثیر کو ربانی حقائق و معارف سنا رہا ہوں اور ایک اجنبی اور غیر معتقد مولوی اس جماعت میں بیٹھا ہے جو ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔ مگر میں اس کا حلیہ پہچانتا ہوں وہ لاغر اندام اور سفید ریش ہے اس نے میرے اس بیان میں دخل بے جا دے کر کہا کہ یہ باتیں کنہ باری میں دخل ہے اور کنہ باری میں گفتگو کرنے کی ممانعت ہے تو میں نے کہا کہ اے نادان ان بیانوں کو کنہ باری سے کچھ تعلق نہیں یہ معارف ہیں اور میں نے اس کے بے جا دخل سے دل میں بہت رنج کیا اور کوشش کی کہ وہ چپ رہے مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آیا تب میرا غصہ بھڑکا اور میں نے کہا کہ اس زمانہ کے بد ذات مولوی شرارتوں سے باز نہیں آتے خدا ان کی پردہ دری کرے گا اور ایسے ہی چند الفاظ اور بھی کہے جو اب مجھے یاد نہیں رہے۔ تب میں نے اس کے بعد کہا کہ کوئی ہے کہ اس مولوی کو اس مجلس سے باہر نکالے تو میرے ملازم حامد علی نام کی صورت پر ایک شخص نظر آیا اس نے اٹھتے ہی اس مولوی کو پکڑ لیا اور دھکے دے کر اس کو اس مجلس سے باہر نکالا اور زینہ کے نیچے اتار دیا تب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہماری جماعت کے قریب ایک وسیع چبوترہ پر کھڑے ہیں اور یہ بھی گمان گذرتا ہے کہ چہل قدمی کر رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی کو نکالا گیا آنحضرت ﷺ اسی جگہ کے (قریب) ہی کھڑے تھے مگر اس وقت نظر اٹھا کر دیکھا نہیں اب جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام ہے یعنی یہی کتاب اور یہ مقام جو اس وقت چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے اور آنجناب ﷺ نے اپنی انگشت مبارک اس مقام پر رکھی ہوئی ہے کہ جہاں آنحضرت ﷺ کے محامد مبارکہ کا ذکر اور آپ کی پاک اور پر اثر اور اعلیٰ تعلیم کا بیان ہے اور ایک انگشت اس مقام پر بھی رکھی ہوئی ہے کہ جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات اور صدق و وفا کا بیان ہے اور آپ تبسم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

ھذا لی و ھذا لاصحابی

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے اور یہ میرے اصحاب کے لئے۔ اور پھر بعد اس کے خواب سے الہام کی طرف میری طبیعت متنزل ہوئی اور کشفی حالت پیدا ہو گئی تو کشفاً میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس مقام میں جو خدا تعالیٰ کی تعریف ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا ظاہر کی اور پھر اس کی نسبت یہ الہام ہوا کہ ھذا الثناء لی۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 215-217 حاشیہ، تذکرہ صفحہ 166-167)

یعنی یہ تعریف میرے لئے ہے۔

''7 دسمبر 1892ء کو ایک اور رؤیا دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں کہ وہی ہوں اور خواب کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اوقات ایک شخص اپنے تئیں دوسرا شخص خیال کر لیتا ہے سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضیٰ ہوں۔ اور ایسی صورت واقعہ ہے کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے یعنی وہ گروہ میری

خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے اور اس میں فتنہ انداز ہے تب میں نے دیکھا کہ رسول ﷺ میرے پاس ہیں اور شفقت اور تودّد سے مجھے فرماتے ہیں۔

یا علی دعھم و انصارھم و زراعتھم

یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے اور میں نے پایا کہ اس فتنہ کے وقت صبر کے لئے آنحضرت ﷺ مجھ کو فرماتے ہیں اور اعراض کے لئے تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ہی حق پر ہے مگر ان لوگوں سے ترک خطاب بہتر ہے۔ اور کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروؤں کی وہ جماعت ہے جو ان کی تعلیموں سے اثر پذیر ہے جس کی وہ ایک مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 218-219، تذکرہ صفحہ 170)

چنانچہ 1893ء میں آپ علیہ السلام نے آئینہ کمالاتِ اسلام کے اشتہار میں فرمایا کہ:

اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرّت ظاہر کی۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 652 تذکرہ صفحہ 187)

1893 میں حضور نے یہ خواب دیکھی:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور اس سے پہلے بھی قریب عرصہ میں مجھے آپ کی زیارت ہو چکی تھی۔ آپ نے مجھے اپنا چابک بنایا اور مجھے مقابلہ کے لئے تیار کیا تا کہ میں فرعونی سیرت لوگوں اور ظالموں سے جنگ کروں۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 561، تذکرہ صفحہ 180)

7/اپریل 1893ء کو آپ نے فرمایا کہ:

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: ''یہ باغ اسلام ہم تم کو دیتے ہیں۔''

(جیبی بیاض حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ صفحہ 158، تذکرہ صفحہ 653)

27 اکتوبر 1900 کو آپ علیہ السلام نے یہ خواب سنائی اور حضور کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں بھی حضور نے اس کو درج فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی اس کی تصدیق آنحضرت ﷺ نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ

سلمان منا اھل البیت علی مشرب الحسن

میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سِلم۔''

(ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 212، تذکرہ صفحہ 314)

حضور علیہ السلام نے 14 مارچ 1906ء کو فرمایا:

''میں نے اپنی خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

انت سلمان و منی یا ذاالبرکات''

(ریویو آف ریلیجنز مارچ 1906 صفحہ 162، تذکرہ صفحہ 515، 516)

یعنی تو سلمان ہے اور مجھ سے ہے اے صاحب برکات۔

14 اگست 1907 کو آپ فرماتے ہیں کہ یہ الہام ہوا:

''آج ہمارے گھر میں پیغمبر ﷺ آئے، آ گئے، عزت اور سلامتی۔''

(البدر جلد 6 نمبر 33، 15اگست 1907، تذکرہ صفحہ 615)

حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ فرماتے ہیں کہ ان کو حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے فرمایا کہ

''حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبان مبارک سے فرمایا کہ میں نے بار ہا بیداری میں ہی آنحضرت ﷺ سے ملاقات کی ہے اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپ سے براہِ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔'' (سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 572 صفحہ 550، تذکرہ صفحہ 678)

حضور علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا کہ:

''ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارا جو باہر کا مکان ہے اس کے آگے دو گھوڑے خوب موٹے تازے بندھے ہوئے ہیں اور عربی گھوڑے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر ایک گھوڑے پر رسول اللہ ﷺ سوار ہیں اور ایک گھوڑے پر میں سوار ہوں اور ہم دونوں بہادروں کی طرح تیز رفتار چلتے ہیں اور چلنے (میں) کوئی کمی نہیں۔ بعد میں میری آنکھ کھل گئی۔'' (الحکم جلد 38 نمبر 30 مورخہ 21 اگست 1935 صفحہ 6، تذکرہ صفحہ 687-688)

جب حضور علیہ السلام سیالکوٹ میں نوکر تھے، تو آپ نے اپنے ساتھی بھیم سین کو مخاطب کر کے یہ خواب سنایا کہ:

''آج رات میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ مجھ کو بارگاہِ ایزدی میں لے گئے اور وہاں سے مجھے ایک چیز ملی جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ سارے جہان کو تقسیم کر دو۔''

(سیرتِ احمد علیہ السلام مصنفہ مولوی قدرت اللہ صاحبؓ سنوری صفحہ 150-151روایت 66، تذکرہ 694)

1900 میں حضور علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ پڑھا۔ یہ حضور کی صداقت کا ایک عظیم نشان تھا۔ حضور کی عربی زبان میں، جو رسول اللہ ﷺ کی زبان تھی، ایسی فصاحت و بلاغت نصیب ہوئی کہ دیکھنے والوں کے لئے ایک عجیب نظارہ تھا۔ سامعین میں سے ایک صحابی سید امیر علی شاہ صاحب کی یہ روایت ملتی ہے کہ:

''۔۔۔ دیکھا تھا کہ جس وقت عربی خطبہ بروز عید پڑھا جاتا تھا اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جلسہ میں موجود ہیں اور اس خطبہ کو سن رہے ہیں۔ یہ خواب عین خطبہ پڑھنے کے وقت ہی بطور کشف اس جگہ بیٹھے ہوئے ان کو معلوم ہو گیا تھا۔''

(رقم فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بر ورق کتاب تعطیر الانام موجودہ خلافت لائبریری ربوہ، تذکرہ صفحہ 290)

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کا ایک زبردست فرمان ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے۔'' (حیاتِ نور صفحہ 194)

یہ بات پڑھ کر ہر کوئی جانچ سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام کا آنحضرت ﷺ سے کیسا تعلق حضور علیہ السلام نے جوڑ دیا۔

اب یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہیں اور ان کے پیروکار ہیں ہم یہ جذبہ اپنے اندر کیسے پیدا کریں اور حضور علیہ السلام کے اعلیٰ نمونہ پر کس طرح چلیں۔ تو اس کا ایک جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دے دیا۔ متابعت تو کرو مگر دل میں عشق پیدا کرنا متابعت کے لئے ضروری ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک اور زبردست اصول بیان کر دیا اور فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب: 57)

یعنی یقیناً اللہ اور اس کے ملائکہ اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس نبی پر درود بھیجو اور اس پر سلامتی بھیجو۔

اس آیت کا بھی سب سے اعلیٰ نمونہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نظر آتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود اپنا ایک کشف بیان فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں وہ بجز وسیلہ نبی کریم کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے

وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدہ: 36)

تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور اُن کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمد

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 131)

آج کل مخالفین احمدیت یہ حملے سوچے سمجھے بغیر کر جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی گستاخی کی نعوذ باللہ من ذالک۔ پس ان سب معترضین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دلنشین عشق پر تعجب کیوں نہیں آتا؟ کیا وہ اس بات پر تدبر نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ محبت انہوں نے کسی میں نہیں دیکھی؟ ہر نیک فطرت شخص بالطبع ماننے پر مجبور ہو گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص نہیں جو آنحضرت ﷺ سے اتنا پیار کرتا ہو۔ تاریخ میں کسی کو کوئی عالم یا بزرگ یا مجدد نہیں ملے گا جس کا پیار اس شدت تک پہنچا ہو۔

بہت سے محدثین اور مجددین گزرے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے محبت کے جذبہ دکھائے اور اللہ تعالیٰ کو پایا۔ آپ علیہ السلام ان سب سے اعلیٰ تر مقام پر اسی لئے ہیں کہ آپ کا عشق رسول ان سب سے اعلیٰ تھا۔ ان الہامات رؤیا کشوف اور خوابوں سے اب ہر دیکھنے والا کسی اور ثبوت کا محتاج نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلیٰ نمونہ پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

اللّھم صلی علی محمد وعلی آل محمد و بارك و سلم انك حمید مجید

سید شمشاد احمد ناصر، مبلغ امریکہ

حضرت مسیحِ موعودؑ اور تعلیمِ قرآن کا بیان

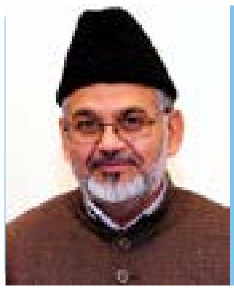

یہ زمانہ اس لحاظ سے بہت مبارک زمانہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانے میں امام مہدی اور مسیح موعود کا ظہور مقدر تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں ہی مسیحِ موعود اور امام مہدی ہوں کیوں کہ یہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

پھر آپ فرماتے ہیں۔

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی

آنحضرتؐ نے آخری زمانے کی علامات میں سے فرمایا تھا کہ

یوُ شك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقیٰ من الاسلام الاّ اسمه ولا یبقیٰ من القرآن الاّ رسمه مساجد ھم عامرة وھی خراب من الھدیٰ و علماء ھم شر من تحت ادیم السماءِ من عندھم تخرج الفتنة وفیھم تعود۔

یعنی لوگوں پر وہ زمانہ آتا ہے کہ اسلام کا محض نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے محض الفاظ رہ جائیں گے (یعنی عمل جاتا رہے گا) اس زمانے کے لوگوں کی مساجد تو بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہونگی اور اُن کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اُن سے ہی فتنہ پیدا ہوگا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

(مشکوۃ کتاب العلم۔شعیب الایمان از امام بیہقی۔ بحار لانوار)

اس حدیث میں بیان کردہ اسلام کی حالتِ زار کی ساری پیشگوئیاں من وعن پوری ہو چکی ہیں۔ اور ہر روز پوری ہوتی ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ترمذی ابواب الایمان میں بھی ایک اور حدیث یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اکہتر (71) یا بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اسی طرح نصاریٰ کا حال ہوا۔ اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اور پھر ترمذی کتاب الایمان ہی میں ایک اور وضاحت بھی بیان کی گئی ہے کہ اِن 73 فرقوں میں صرف ایک فرقہ ناجیہ ہوگا اور پھر اسکی بھی اہم علامت یہ بیان فرمائی کہ ”ما انا وعلیه واصحابی“ کہ وہ جماعت میرے اور میرے صحابہ کے نمونہ اور نقشِ قدم پر چلنے والی ہو گی۔

چنانچہ حکومتِ پاکستان کی قومی اسمبلی نے 4 ستمبر 1974 کو فیصلہ کر کے بتا دیا کہ وہ ناجی فرقہ جو رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چلنے والی جماعت احمدیہ ہی ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔ کیوں کہ اس میں سارے مسلمان فرقے ایک طرف اور جماعت احمدیہ ایک طرف۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہی جماعت احمدیہ ایک جماعت ہے جو اللہ اور اسکے رسولؐ کی خاطر جان و مال اور وقت و عزت کی قربانیاں دے رہی ہے۔ یہ وہی منفرد جماعت ہے جو آج کلمہ لاالہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ، اذان، تبلیغ، حج، نماز اور اسلامی شعار کو اپنانے سے جسے روکا گیا اور روکا جا رہا ہے جیسے آپؐ اور آپؐ کے صحابہ روکے گئے تھے۔ اور یہ جماعت ایک امام خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر ایسی متحد ہے کہ جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنے سے مل نہیں سکتی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ”ید اللہ فوق الجماعة“ کہ خدا کی تائید و نصرت اسکے شاملِ حال ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا مقصد اور مشن

مناسب ہو گا کہ آپ کے آنے کا مقصد اور آپ کے مشن کے بارے میں آپ ہی کے الفاظ میں لکھا جائے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور اُن کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا کو شناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں نجات پائیں۔۔۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؟ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔“ (ملفوظات جلد سوم)

پھر فرماتے ہیں: ”یہ عاجز تو محض اس غرض کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا یہ پیغام خلق اللہ کو پہنچا دے کہ دنیا کے مذاہب موجودہ میں سے وہ مذہب حق پر اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے جو قرآن لایا ہے اور دارالنجات میں داخل ہونے کے لئے دروازہ لاالہ اللہ محمدؐ رسول اللہ ہے۔“ (حجۃ الاسلام)

فرماتے ہیں: ”میں آسمان سے اترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو مرے دائیں بائیں تھے جن کو مرا خدا جو مرے ساتھ ہے مرے کام کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو مرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کے ہیکل کچلنے کے لئے دئے گئے ہیں۔“ (فتح اسلام)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”ایسا ہی یہ عاجز بھی اسی کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تا قرآن شریف کے احکام بہ وضاحت بیان کر دیوے“

قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں: ”ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف کو خاتم الکتب یقین کرے اور اس شریعت کو جو آنحضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے اُسکو ہمیشہ تک رہنے والا مانے اور اس میں ایک ذرہ بھر اور ایک شعشہ بھی نہ بدلے اور اسکی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھو دے اور اپنے وجود کا ہر ذرہ اسی راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اسکی شریعت کی مخالفت نہ کرے، تب پکا مسلمان ہوتا ہے۔“ (الحکم 6 مئی 1908 صفحہ 5)

اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے اور اسکی تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعتِ ہدایت کہلاتی ہے“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 361 ۔ نیا ایڈیشن)

پھر فرماتے ہیں:

”مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت ﷺ کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اسکو دیکھ نہیں سکتے“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 9 ۔ نیا ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے آنے کا ایک بڑا مقصد قرآن شریف کی تعلیمات کا احیاء، ترویج اور اشاعت تھی تا کہ لوگ سمجھیں کہ قرآن کریم میں کیا ہے اور اس پر عمل کرنے سے کتنا ثواب اور پھر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اسکے لئے آپ نے قرآن شریف کی تعلیمات کو بار بار بیان فرمایا ہے۔

اسلامی اصول کی فلاسفی ہی پڑھ لیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات کا ایک ختم نہ ہونے والا سمندر ہے۔

آپ نے قرآن کریم کی تعلیمات کا مقابلہ کرنے کا چیلنج بھی دیا۔

اور آپ کی کتب براہینِ احمدیہ اس پر شاہد ہیں۔ لیکن آج تک کوئی بھی میدان میں نہیں آیا۔

اسی لئے آپ نے فرمایا:

کل العلم فی قرآن لکن۔ تقاصر عنه افھام الرجال

اور فرمایا:

جمال و حسنِ قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیوں کر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

قرآنی تعلیمات

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک موقعہ پر قرآن کریم کی تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں یوں بیان فرمایا:

1۔ تم خدا کو اپنے جسموں اور روحوں کا رب سمجھو۔ جس نے تمہارے جسموں کو بنایا۔ اسی نے تمہاری روحوں کو پیدا کیا۔ وہی تم سب کا خالق ہے۔ اس بن کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

2۔ آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور جتنی نعمتیں زمین آسمان میں نظر آتی ہیں۔ یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کی پاداش نہیں ہیں۔ محض خدا کی رحمت ہے۔ کسی کو یہ دعویٰ نہیں پہنچتا کہ میری نیکیوں کے عوض میں خدا نے سورج بنایا زمین بچھائی یا سورج پیدا کیا۔

3۔ تو سورج کی پرستش نہ کر۔ تو چاند کی پرستش نہ کر۔ تو آگ کی پرستش مت کر۔ تو پتھر کی پرستش مت کر۔ تو مشتہری ستارے کو مت پوجا کر۔ تو کسی آدم زاد یا اور کسی جسمانی چیز کو خدا مت سمجھ کہ یہ سب چیزیں تیرے ہی نفع کے لئے میں نے پیدا کی ہیں۔

4۔ بجز خدا تعالیٰ کے کسی چیز کی بطور حقیقی تعریف مت کر۔ کہ سب تعریفیں اسی کی طرف راجع ہیں۔ بجز اس کے کسی کو اس کا وسیلہ مت سمجھ کہ وہ تجھ سے تیری رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔

بقیہ صفحہ 9 پر

طاہرہ زرتشت۔ ناروے

حضرت مسیح موعودؑ کا اپنے آقا و مطاع و محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور فدائیت کے انداز اور محبت رسول کی ادائیں اتنی وسیع اور متنوع ہیں کہ اس کا احاطہ کرنا ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مختصر طور پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جان تھی۔ آپ کا سارا وجود اس محبت اور عشق میں مخمور تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی آپ کی روح کی غذا تھی۔ اسی سے آپ کی ذات کا خمیر اٹھایا گیا اور آپ کا سارا وجود عشق رسول کا ایک شیریں ثمر تھا۔ سچے عشق اور محبت کے جو لوازم اور اثرات ہوتے ہیں آپ کی ساری زندگی ان سے پر نظر آتی ہے۔ آپ کی تحریرات سے عشق محمد عربی کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کی ہر ادا میں حسن محمدی کا دلکش عکس دکھائی دیتا ہے۔ آپ کا عشق بے مثال تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 185)

ترجمہ: یعنی میں خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

کسی بھی انسان کی تحریرات اس کی کیفیات کی حقیقی غماز ہوتی ہیں۔ آپ کی شاندار تحریرات عدیم المثال ہیں۔ انہیں پڑھنے سے انسان کی روح ورطہ حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ فدائیت اور محبت کے یہ دلربا انداز آپ علیہ السلام کی تحریرات کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مطاع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو، وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 160-161)

آپ مزید فرماتے ہیں:۔

’’چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سے انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و صفا تھے۔ اس لیے خدائے جلّ شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر تھا۔ وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو‘‘

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 71 حاشیہ)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا۔ اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔‘‘ (اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد نمبر 8 صفحہ 308)

پھر آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 13-14)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم کلام میں بھی محبت اور فدائیت کا سمندر موجزن ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ہر ایک شعر عشق و محبت میں ڈوبا ہوا اور دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اور پڑھنے والے کے دل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 225)

اپنے عربی منظوم کلام میں اپنے محبوب کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّۃً فِیْ مُھْجَتِیْ وَ مَدَارِکِیْ وَ جَنَانِیْ

ترجمہ: اے میرے محبوب! تیری محبت میری جان اور میرے حواس اور میرے دل میں سرایت کر چکی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر بھی عشق و محبت اور فدائیت کا عجیب رنگ اپنے اندر رکھتا ہے آپ علیہ السلام کا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا ایسا والہانہ اظہار ہے۔ جو عدیم المثال ہے۔

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 594)

ترجمہ: (اے میرے معشوق!) تیرا عشق میرے جسم پر (کچھ) اس طرح غلبہ پا چکا ہے کہ (وفور جذبات کی وجہ) سے تیری طرف اڑا جاتا ہے۔ اور کاش مجھ میں اڑنے کی طاقت ہوتی اور میں اڑ کر تیرے پاس پہنچ سکتا۔

ایک اور شعر میں فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَمُوْتُ وَلَا تَمُوْتُ مَحَبَّتِیْ
یُدْرٰی بِذِکْرِکَ فِی التُّرَابِ نِدَائِیْ

ترجمہ: اے میرے پیارے! میں تو ایک دن اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا۔ لیکن میری (وہ) محبت (جو میں تجھ سے کرتا ہوں) اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔ کیونکہ میری قبر کی مٹی سے تیری یاد میں جو آوازیں بلند ہونگی۔ وہ یہی ہونگی (اے میرے محبوب محمدؐ! اے میرے معشوق محمدؐ! اے میرے پیارے محمدؐ!)

آپ علیہ السلام کی تحریرات، آپ کا منظوم کلام ایک نہایت خوبصورت باغ کی طرح ہے جہاں پر جا بجا قسما قسم کے پھول کھلے ہیں جن کا رنگ جدا گانہ ہے اور یہ بستان عشق محمدی کے خوش رنگ

پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔

رسول پاک ﷺ کے ساتھ اسی عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؐ کی آل اولاد سے اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے اپنی کتاب ''سیرت طیبہ'' میں فرماتے ہیں:

جب محرم کا مہینہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم اور ہمارے بھائی مبارک احمد مرحوم کو جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے۔اپنے پاس بلایا اور فرمایا! آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں۔ پھر آپؑ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

''یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا''

اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا ﷺ کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا اور یہ سب کچھ رسول پاکؐ کے عشق کی وجہ سے تھا

(روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

(از سیرۃ طیبہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم اے صفحہ نمبر 31)

سچے عاشق کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے لئے غیرت رکھتا ہے اور اس کے خلاف کوئی بات سنا برداشت نہیں کر سکتا۔ اور آپ میں یہ جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔جس کا اندازہ درج ذیل واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ 1925ء میں جب میں انگلستان گیا تو مجھے خواہش ہوئی کہ میں پادری ڈاکٹر وائٹ بریخت سے ملاقات کروں کیونکہ یہ پادری بٹالہ میں مشنری رہ چکے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی کئی بار مل چکے تھے۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا!''میں نے ایک بات مرزا صاحب میں یہ دیکھی وہ مجھے پسند نہیں تھی کہ جب آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا جاتا آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔''

پادری صاحب کی یہ بات سن کر عرفانی صاحب نے کیا خوب تبصرہ فرمایا۔کہ پادری صاحب! جو بات آپ کو ناپسند ہے میں اسی پر قربان ہوں۔

ایک اور واقعہ لاہور کے جلسہ وچھووالی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ آریہ صاحبان نے لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا اور اس میں شرکت کرنے کے لئے ہر مذہب وملت کو دعوت دی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی باصرار درخواست کی کہ آپ بھی اس بین الاقوامی جلسہ کے لئے کوئی مضمون تحریر فرمائیں۔ اور وعدہ کیا کہ جلسہ میں کوئی بات خلاف تہذیب اور دلآزاری کا رنگ رکھنے والی نہیں ہوگی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ممتاز حواری حضرت مولوی نورالدین صاحب کو جو کہ بعد میں جماعت احمدیہ کے خلیفہ اول ہوئے۔ بہت سے احمدیوں کے ساتھ لاہور روانہ کیا۔ ان کے ہاتھ ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں اسلام کے محاسن بڑی خوبی کے ساتھ اور بڑے دلکش انداز میں بیان کئے گئے تھے۔ مگر جب آریہ صاحبان کی طرف سے مضمون پڑھنے والے کی باری آئی تو اس بندہ خدا نے اپنی قوم کے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے مضمون میں آنحضرت ﷺ کے خلاف اتنا زہر اگلا اور ایسا گند اچھالا کہ خدا کی پناہ۔ جب اس جلسہ کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی اور جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب قادیان میں واپس آئے تو آپ علیہ السلام حضرت نورالدین صاحب اور دوسرے احمدیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا!!

کہ جس مجلس میں ہمارے رسول اللہ کو گالیاں دی گئیں تم اس مجلس میں کیوں بیٹھے رہے۔ اور کیوں نہ اٹھ کر باہر چلے آئے۔؟؟ تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ تمہارے آقا کو گالیاں دی گئیں اور تم خاموش بیٹھے سنتے رہے۔ پھر آپ نے بڑے جوش کے ساتھ یہ آیت پڑھی۔

إِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔

(سورۃ نساء: 141)

ترجمہ: یعنی اے مومنو! جب تم سنو کہ خدا کی آیات کا دل آزار رنگ میں کفر کیا جاتا ہے اور ان پر ہنسی اڑائی جاتی ہے۔ تو تم ایسی مجلس سے فوراً اٹھ جایا کرو۔ تاوقتیکہ یہ لوگ کسی مہذبانہ انداز سے گفتگو اختیار کریں۔

اس مجلس میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول بھی موجود تھے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر ندامت سے سر جھکائے بیٹھے رہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس غیورانہ کلام سے ساری مجلس ہی شرم و ندامت سے کٹی جا رہی تھی۔

(ملخصاً سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول ص 201 روایت نمبر 196)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین، خدمت اسلام کے لئے وقف تھا۔ اسلام کے احیاء اور سر بلندی کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف رکھی۔ اس شان سے قلمی جہاد کیا کہ دشمنوں کے منہ بند کر دیئے۔ اور اسلام پر ہونے والے ہر حملے کو ناکام و نامراد کیا۔ آپ نے روحانی خزائن کی صورت میں جو زبردست لٹریچر پیدا کیا۔ وہ اس فدائیانہ جہاد کی عظمت پر زندہ گواہ ہے۔ آپ کی عاشقانہ خدمت کی بناء پر آپ کے وصال پر آپ کے دشمنوں نے اس بات کا اعتراف کیا اور آپ کو اسلام کے فتح نصیب جرنیل کے طور پر یاد کیا۔

آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے مبارک اسوہ کی تصویر نظر آتی ہے آپ نے ساری زندگی آنحضرت ﷺ کی پیروی کی اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو بھی عطا ہوا وہ سب آنحضرت ﷺ کی سچی اور بے مثال محبت اور کامل اتباع کی برکت سے عطا ہوا۔ آپ کا یہ عشق رسول صرف اپنی زندگی تک محدود نہ تھا بلکہ آپ نے عشق رسول کی شمعیں لاکھوں لوگوں کے دلوں میں روشن کیں۔ اور آپ نے تقویٰ شعاروں کی ایسی جاں نثار جماعت پیچھے چھوڑی ہے۔ جو خلافت کے زیر سایہ دین اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہے۔ جو آپ کے پیغام کو اکناف عالم میں پھیلانے کے لئے شب و روز کوشاں ہے۔ اور آج ساری دنیا گواہ ہے کہ کروڑوں احمدیوں کے سینوں میں عشق محمدؐ کی شمعیں روشن ہیں اور یہ سب آپؑ ہی کی بدولت ہے۔ جماعت احمدیہ عالمگیر کی صورت میں عاشق رسول جماعت کا قیام حضرت مسیح موعودؑ کے عشق رسول مقبول ﷺ کا ایک زندہ و تابندہ ثبوت ہے جس کی عظمت و شوکت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ یہ وہ نور کی شمع ہے جو احمدیوں کے دلوں میں روشن ہے اور ہمیشہ روشن رہے گی۔

ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی محبت کا جام پیا ہے۔ اور آج آپ کے جانثاروں سے ہی یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ رسول مکی و مدنی سے محبت کے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ محبت ہماری نس نس میں سرائیت کر چکی ہے ہم اس راہ میں موت تو قبول کر سکتے ہیں مگر آنحضرت ﷺ کے دامن سے جدائی قبول نہیں۔ ہم اسی پر زندہ ہیں اور اسی پر مریں گے۔

آج دنیا میں عشق رسول کا جو علم جماعت احمدیہ بلند کر رہی ہے۔ ہم اس علم کو کبھی سرنگوں نہیں ہونے دیں گے خواہ ہمارے سر تن سے جدا کر دیئے جائیں۔ انشاء اللہ

اللهم صل علی محمد و علی ال محمد وعلی عبدك المسيح الموعود وبارك وسلم

یہ میرا دل جسے دنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا
زہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنون ہے چراغ حرم جلانے کا
زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ لے ثاقب
دلوں سے عشق محمد نہیں ہے جانے

(ثاقب زیروی)

جاوید اقبال ناصر۔ جرمنی

حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مرتبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں

دنیا میں ایک ایسا وجود مبعوث ہوا جس کے مقام و مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بیان فرمایا۔ آپؑ کے مقام کو بزرگانِ دین نے بھی اپنے اپنے انداز اور وقت میں دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اپنے مقام و مرتبہ کو خود بھی لوگوں کے سامنے خدا تعالیٰ سے رہنمائی پا کر پیش کیا۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے کرام نے آپ کے مقام ومرتبہ کو اپنے خطبات وخطابات میں بیان کیا۔ اور یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔ زیر نظر مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں آپؑ کا مقام و مرتبہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے:

آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں

’’حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض کتب میں اپنے مسیح و مہدی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے حق کی تلاش کرنے والے علماء وصلحاء اور عوام الناس کو اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ بلاوجہ تکفیر کے فتوے لگانے یا عوام الناس کو بغیر سوچے سمجھے علماء کے پیچھے چلنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ رہ نمائی فرمائے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک کتاب ’’نشانِ آسمانی‘‘ میں یہ طریق بھی بتایا ہے کہ توبۃ النصوح کر کے رات کو دو رکعت نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۃ یٰسین پڑھے، دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے، پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے کہ تُو پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، اس شخص کے بارے میں مجھ پر حق کھول دے۔

پھر اس میں آپ نے دوبارہ یہ تاکید فرمائی ہے کہ اپنے نفس سے خالی ہو کر یہ استخارہ کرنا شرط ہے۔ لیکن اوّل تو توبۃ النصوح ہی بہت بڑی کڑی شرط ہے۔ اس پر عمل ہی کوئی نہیں کرتا اور خاص طور پر علماء تو بالکل ہی نہیں کر سکتے۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر دل بُغض سے بھرا ہو اور بدظنی غالب ہو تو پھر شیطانی خیالات ہی آئیں گے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بہت دعا کرتے ہیں ہمیں تو کوئی سچائی نظر نہیں آئی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دل میں ہی کینہ بھرا ہوا ہے، بُغض بھرا ہوا ہے تو پھر شیطان نے رہ نمائی کرنی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ رہ نمائی نہیں کرتا۔ (ماخوذ از نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401) اسی طرح علماء اور صلحاء کو خاص طور پر اپنی کتاب ’’کتاب البریہ‘‘ میں مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہنے کی تجویز دی۔

(ماخوذ از کتاب البریہ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ 364)

لیکن بُغض سے بھرے ہوئے علماء اس تجویز پر کبھی عمل نہیں کرتے اور عوام الناس کو بھی اپنے ساتھ ڈبو رہے ہیں۔ بہر حال اس کے باوجود بہت سے سعید فطرت ہیں جو اس نسخے کو آزماتے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہ نمائی فرمائی اور اس کے علاوہ بعض سعید فطرت ایسے ہیں جو نیکی کی تلاش میں رہتے ہیں اُن کی اللہ تعالیٰ ویسے بھی رہ نمائی فرماتا ہے۔ بہرحال اس زمانے میں بھی آج کل بھی اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اُن لوگوں کی رہ نمائی فرماتا چلا جا رہا ہے جو حق کی تلاش میں سنجیدہ ہیں...

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ ایک دن دعا کر کے نہ بیٹھ جاؤ بلکہ کم از کم اس سنجیدگی سے دو سے تین ہفتے یا زیادہ دعا کرو۔ جب اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی چاہو تو اللہ تعالیٰ ایک وقت میں رہ نمائی فرمائے گا۔

(ماخوذ از نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 401)

پھر ہمارے امریکہ کے ایک مبلغ لکھتے ہیں کہ عبدل سلیم صاحب پچیس، تیس سال پہلے فجی سے لاس اینجلس امریکہ آئے تھے اور عیسائی ماحول ہونے کی وجہ سے عیسائیت قبول کر لی مگر بعد ازاں ایک مسلمان کی تبلیغ سے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا۔ کہتے ہیں اُن کی دوستی خاکسار (یعنی ہمارے جو مبلغ ہیں انعام الحق کوثر اُن) سے ہوگئی اور یہ ہماری مسجد میں آنے لگے۔ انہیں احمدیت کے متعلق تفصیل بتائی۔ مطالعہ کے لئے لٹریچر دیا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ دعا کر کے اللہ تعالیٰ سے رہ نمائی حاصل کریں۔ اور دعائے استخارہ کا مسنون طریقہ بتایا۔ چنانچہ انہوں نے استخارے کی دعا کی اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آئے۔ اگلے روز وہ حسبِ عادت غیر احمدیوں کی مسجد میں گئے۔ وہاں عرب سے کوئی شَیخ آئے ہوئے تھے۔ اُس شَیخ نے حاضرین کو سوال کرنے کی دعوت دی تو عبدل سلیم صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ قرآن و حدیث کے مطابق یہ زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا ہے۔ چنانچہ مَیں نے دعا کی کہ اے خدا! تو مجھے بتا۔ کیا امام مہدی آگئے ہیں؟ اور اگر آ گئے ہیں تو کون ہیں؟ تو کہتے ہیں مَیں نے اُن کو بتایا کہ میری خواب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آئے۔ اس پر شیخ نے کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں۔ تم کثرت سے تعوّذ پڑھو اور دُرود شریف پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے پھر دعا کی۔ کثرت سے درود شریف پڑھا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو خواب میں نظر آئے۔ چنانچہ یہ پھر دوبارہ شَیخ کی مجلس سوال و جواب میں گئے اور وہاں ذکر کیا۔ اُس شیخ نے پھر کہا کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ عبدل سلیم صاحب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ رات کو مَیں کثرت سے تعوذ پڑھتا ہوں۔ درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر دعا کرتا ہوں کہ اے خدا! تو مجھے امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بارے میں بتا۔ مگر بقول آپ کے خدا تعالیٰ مجھے جواب نہیں دیتا مگر صرف شیطان جواب دیتا ہے۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ یہ جواب سن کر مسجد میں شور مچ گیا اور انہوں نے کہا اس کو یہاں سے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ یہ پلید ہے۔ کہتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کی طرف جو سائڈ سکرین تھی، وہاں سے بھی سکرین پیٹی جانے لگی کہ اسے باہر نکالو۔ یہ کافر ہے۔ بہر حال یہ کہتے ہیں مَیں وہاں سے اُٹھ کر آ گیا اور یہ سارا واقعہ انہوں نے ہمارے مبلغ کو سنایا اور پھر کہا کہ اب مجھے شرح صدر ہوگئی ہے کیونکہ شَیخ کے پاس تو اس کا کوئی جواب نہیں اور اب میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بیعت کی۔ جس دن بیعت کی تو اسی روز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مکمل طور پر خواب میں اُن پر ظاہر ہوئے اور اُن کو سلام کیا اور مصافحہ کیا اور احمدیت قبول کرنے پر مبارکباد دی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ اپریل 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 20/ مئی 2011ء)

آپؑ نبی ہیں

’’بعض لوگ بعض دفعہ مجھے خط بھی لکھ دیتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہ کہو یا لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کیا جائے تو کیا حرج ہے؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہی اس قسم کی باتیں ہوتی تھیں کہ اس سے جو مخالفت ہے اس میں کمی آ جائے گی۔ اِس لئے اگر یہ لفظ نہ استعمال کیا جائے تو کیا حرج ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ ’’جو امور سماوی ہوتے ہیں اُن کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے‘‘ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا جو بیان ہو گیا اور جو باتیں خدا تعالیٰ نے کہہ دیں، اُن کو کہنے سے ڈرنا نہیں چاہئے) ’’اور کسی قسم کا خوف کرنا اہلِ حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرزِ عمل پر نظر کرو۔ وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ اُن کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے، جبھی تو لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ (المائدہ: 55) کے مصداق ہوئے‘‘۔ فرمایا ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں‘‘۔ فرمایا ’’خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بڑھ کر ہو اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اُسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے‘‘۔ (کوئی نئی شریعت والی نبوت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو منسوخ کر رہی ہو اور نئی کتاب لائے) ’’ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں‘‘۔ فرمایا ’’بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے؟‘‘۔

(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 447,446 مطبوعہ ربوہ)

پس فرمایا: یہ الہام تو دوسروں کو بھی ہو جاتے ہیں لیکن کثرت سے جو الہام ہوتے ہیں، کثرت سے اللہ تعالیٰ جو باتیں کرتا ہے تو

یہی نبوت کا مقام ہے اور اس تعریف کی رو سے مَیں نبی ہوں۔ ورنہ الہام تو اوروں کو بھی ہو جاتے ہیں۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کھلا اور واضح اعلان ہے اور یہ عین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

پس جب مسیح موعود مانا ہے تو نبی بھی ماننا ضروری ہے۔ باقی رہی مخالفتیں، تو وہ الٰہی جماعتوں کی ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور یہی الٰہی جماعتوں کی نشانی ہے کہ اُن کی مخالفتیں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے جابر سلطان اور اُن کے جتھے مقابل پر کھڑے ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور آخر ایک وقت ایسا آتا ہے جب یہ تمام جتھے ختم ہو جاتے ہیں، تمام طاقتیں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی غالب آتی ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ:22) کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ مَیں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/ مارچ 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ مارچ 2011ء)

''ایک دفعہ مَیں ایک پورا خطبہ اس بات پر بھی دے چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی ہیں اور جن لوگوں کو کسی بھی قسم کی غلط فہمی ہے یا بعض لوگ بزدلی یا مداہنت میں غیروں کے سامنے، بات کرتے ہوئے، بحث کرتے ہوئے، اظہار کر جاتے ہیں اُن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی کہہ کر پکارا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ نبی ہیں لیکن غیر شرعی نبی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں آئے ہوئے اور آپ سے کامل محبت اور عشق کرنے والے نبی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/ جون 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ جولائی 2011ء)

آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق تھے

''حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ غلام صادق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کا جو کچھ بھی ہے وہ آپ کا نہیں بلکہ آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور جو کچھ بھی آپ نے فیض پایا آپؐ کی غلامی سے پایا۔ آپؑ ایک جگہ ''رسالہ الوصیت'' میں فرماتے ہیں کہ ''نبوتِ محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اُس میں فیض ہے۔ اس نبوّت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔''

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 311) پس آپ نے یہ فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پیروی کی وجہ سے اُس مقام تک پہنچایا جو نبوت کا مقام ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ صرف کامل پیروی بھی کافی نہیں ہے یا کامل پیروی کی وجہ سے انسان نبی نہیں بن جاتا کیونکہ اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ ہاں اُمّتی اور نبی دونوں لفظ جب جمع ہوتے ہیں، دونوں کا اجتماع جو ہے، اس پر وہ صادق آسکتی ہے، کیونکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں بلکہ نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ پس اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہونے کی وجہ سے اور آپ کی کامل پیروی اور عشق کی وجہ سے نبوت کا مقام اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ یعنی نبوت کا مقام اُمّتی ہونے کی وجہ سے ملا اور اس عشق کی وجہ سے ملا۔ اُمتی ہونا ایک لازمی شرط ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات سے نواز کر آپ کے حق میں نشان دکھا کر ایک دنیا کی توجہ آپ کی طرف پھیری اور یہ سلسلہ جو آپ کے دعویٰ سے شروع ہوا آج تک چل رہا ہے اور نیک طبع اس جاری فیض سے فیض پا رہے ہیں اور آپ کی بنائی ہوئی جماعت میں، آپ کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہو رہے ہیں۔ لیکن یہاں بھی اپنے آقا کی پیروی میں جو فیض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوا، اُس سے وہی فائدہ اُٹھا رہا ہے جو آپ کے بعد اللہ تعالیٰ سے تائید یافتہ آپ کی خلافت سے منسلک ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ جون 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24/ جون 2011ء)

آپؑ کا روح و جسم نورِ محمدیؐ کا آئینہ دار تھا

''آپؑ کے حسن کا، آپ کے نور کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے لیکن یہ ظاہری نور بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس لئے دیا تھا کہ آپ نورِ مصطفویؐ میں ڈوب کر اپنے وجود کو کلیتاً اپنے آقا و مطاع کے جسمانی اور روحانی نور میں فنا کر چکے تھے تا کہ آپ کے نور میں بھی نورِ محمدیؐ نظر آئے ... پس آپ کا اپنا تو کچھ نہ تھا۔ روح و جسم نورِ محمدیؐ کا آئینہ دار تھا۔ عبادات میں، عادات میں، اخلاق میں غرض ہر چیز میں اپنے آقا و مطاع کے منہ کی طرف دیکھ کر اس کی پیروی کرتے تھے۔ اپنے اس پیارے مسیح و مہدی اور غلام صادق کے بارہ میں، اس کے مقام کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے بھی یوں فرمایا تھا کہ میرے اور میرے مہدی کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر 4324)

... پھر آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کے نورانی ہونے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ غیروں کو کس طرح بتاتا ہے۔ لیکن بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع دے دے پھر بھی اس سے فیض نہیں پا سکتے۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ

''میری برادری میں سے میرے ایک چچا زاد بھائی میاں غلام احمد تھے ان کی کچھ جائیداد موضع لنگہ ضلع گجرات میں بھی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک تحریر کے کام کے لئے فرمائش کی جس کی تعمیل کے لئے میں ان کے ہمراہ موضع لنگہ چلا آیا۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے مَیں دوپہر کا وقت اکثر دالان کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں گزارا کرتا تھا۔ ایک دن حسب معمول میں دوپہر کو اس کوٹھڑی میں سو رہا تھا میری آنکھ کھلی تو مَیں نے سنا کہ غلام احمد کی خالہ اور والدہ کہہ رہی تھیں کہ اس رسولے (یعنی حضرت مولوی غلام رسول صاحب) کا ہمیں بڑا افسوس ہے کہ گاؤں گاؤں اور گھر گھر میں لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ اس نے تو مرزائی ہو کر ہمارے خاندان کی ناک کاٹ دی ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس روز برابر کی کوٹھڑی میں بھائی غلام احمد بھی سویا ہوا تھا۔ اس نے بیدار ہوتے ہی ان کی یہ مغلظات سنیں تو کہنے لگا تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ مَیں نے تو ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ غلام رسول پر آسمان سے اتنا نور برس رہا ہے کہ اس نے چاروں طرف سے اس کو گھیر لیا ہے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ تم جسے برا سمجھتی ہو وہ خدا کے نزدیک برا نہ ہو۔ اتنے میں مَیں بھی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور ان کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا رہا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ یہی میاں غلام احمد جس پر اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ سے اتمام حجت کر دی تھی، میرا اتنا مخالف اور دشمن ہو گیا کہ علماء کو بلا کر بھی احمدیت پر حملے کراتا اور مجھے ذلیل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ آخر میرے مولا کریم نے میری نصرت کے لئے موضع راجیکی میں طاعون کا عذاب مسلط کیا اور غلام احمد اور اس کے ہمنواؤں کا صفایا کر دیا۔''

(حیات قدسی جلد اول صفحہ 39 مطبوعہ ربوہ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/ جنوری 2010ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 19/ فروری 2010ء)

آنحضرتؐ کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا فرض ہے

''...اسلام کیونکہ آخری شریعت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ ایسا نہیں کیا کہ اس کی تعلیم خشک ہو جائے۔ ہر صدی میں مختلف جگہوں پر مختلف وقتوں میں، اس باغ کو ہرا رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نگران بھیجتا رہا اور اس زمانے میں آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں آخری ہزار سال کا مجدد ہوں۔ پس اسلام کے خوبصورت باغ کا خوبصورت حصہ بننے اور پھلدار درخت بننے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کے ساتھ جڑنا اب ہر مسلمان کا بھی فرض ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق اب اسی ذریعہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی پہنچایا۔ اسی طرح آپ نے اپنے حلقہ بیعت میں آنے والے اپنے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ روح پھونکی کہ دنیا کو یہ پیغام دو کہ خدا کی طرف آئیں، اُس سے تعلق جوڑیں اور یہ تعلق اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ساتھ جڑنے سے ہی حقیقی رنگ میں جڑ سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والے غریب مزدور لوگ بھی تھے، زمیندار بھی تھے، کسان بھی تھے، اَن پڑھ دیہاتی بھی تھے، ملازم پیشہ بھی تھے، کاروباری لوگ بھی تھے اور پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور ہر ایک نے اپنی

استعداد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو سمجھا۔ آپ کی صحبت سے فائدہ اُٹھایا اور اس حقیقی پیغام کو، حقیقی اسلام کو سمجھ کر دنیا میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ اپنے اپنے حلقہ میں پھیلانے کی کوشش بھی کی۔ دوسرے مذاہب پر اسلام کی بالا دستی کا حقیقی ادراک حاصل کیا اور پھر اُن لوگوں میں شامل ہوگئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں۔ پس یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے پھر بڑی تیزی سے اسلام کے حقیقی پیغام کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ باہر بھی پھیلانے کی کوشش کی۔

حضرت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے میاں موسیٰ صاحب کو تبلیغ شروع کی۔ چنانچہ اُن کو قادیان بھیجا مگر وہ شامتِ اعمال سے قادیان سے بغیر بیعت کے واپس آگئے۔ بعد ازاں میں اُن کو کبھی کبھی اخبار بدر سناتا رہا۔ پھر میں نے اُن کو ایک دن ایک حدیث کا ذکر سنایا کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے کہا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر کہا کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تب اُس بدوی نے بیعت کر لی اور اپنے قبیلے کو بھی بیعت کے لئے حاضر کیا۔ یہ واقعہ جب مَیں نے حضرت میاں محمد موسیٰ صاحب کو سنایا تو اُن کے دل پر بھی اس کا خاص اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت ایک کارڈ (یعنی اُس زمانے میں خط کے لئے کارڈ ہوتے تھے) حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ کیا آپ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ یہ کارڈ جب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا تو حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کو حکم دیا۔ لکھ دو کہ مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں وہی مسیح موعود ہوں جس کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو دیا۔ اس کارڈ میں مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی طرف سے بھی ایک دو فقرے لکھ دیئے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے خدا کے مسیح کو قَسم دی ہے۔ اب آپ یا تو ایمان لاویں یا عذابِ خداوندی کے منتظر رہیں۔ وہ کارڈ جب پہنچا تو میاں محمد موسیٰ صاحب نے اپنی اور اہل وعیال کی بیعت کا خط لکھ دیا۔ اس طرح سے (کہتے ہیں) میں اب اکیلا نہ رہا بلکہ میرے ساتھ خدا تعالیٰ نے اُن کو بھی شامل کر دیا۔'' (رجسٹر روایاتِ صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 9 صفحہ 136-137 روایت منشی قاضی محبوب عالم صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9؍ مارچ 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 30؍ مارچ 2012ء)

آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے مسیح و مہدی کا مقام پایا

''اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے اور اپنے آخری دین کی تکمیل اشاعت کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح و مہدی اور آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی اور اتباع میں غیر شرعی نبی کا اعزاز دے کر دنیا میں بھیجا۔ آپؑ کی ابتدائی زندگی کا ہم جائزہ لیں تو ہمیں آپؑ کی زندگی میں بھی اپنے آقا و مطاع کی زندگی کے ابتدائی دور کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور اس کے بعد بھی ہر لحہ یہی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ دنیا سے آپؑ کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ اگر کوئی خواہش اور آرزو اور عمل تھا تو یہ کہ خدائے واحد کی عبادت میں مشغول رہوں۔ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی ﷺ کے عشق و محبت میں مخمور رہتے ہوئے آپ پر درود وسلام بھیجتا رہوں اور اس عبادت اور آنحضرت ﷺ سے عشق کا نتیجہ تھا کہ آپ کو مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی حالت زار بے چین کر دیتی تھی جس کے لئے آپؑ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنے کا جوش اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ عشق و محبت ہی تھا جس کی وجہ سے آپ اسلام کے دفاع کے لئے جہاں قرآن کریم کا گہرا مطالعہ فرماتے تھے وہاں دوسرے مذاہب کی کتب کا بھی مطالعہ کرکے قرآن کریم کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے اور جہاں بھی آپؑ کو موقع ملتا تھا اسلام کی برتری ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ اور کوئی نام و نمود اور دنیا دکھاوا آپؑ کی جوانی کے دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتا۔ اس کے غیر بھی گواہ ہیں اور اپنے بھی گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے اس کو تو آپؑ کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ عشق و وفا اور دین اسلام کے لئے دِلی دَرد کی کیفیت کا بخوبی علم تھا۔ اس نے آپؑ کو کہا کہ گوشہ تنہائی سے باہر نکلو اور صرف اِکّا دُکّا لوگوں سے اسلام کی برتری کی باتیں نہ کرو۔ صرف اپنے حلقے میں مسلمانوں کی حالت زار بدلنے کی کوشش نہ کرو۔ صرف تحریر سے ہی یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ بلکہ دنیا میں یہ اعلان کر دو کہ آنے والا مسیح و مہدی آ چکا اور اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ مسیح و مہدی مَیں ہوں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12؍ جون 2009ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 3؍ جولائی 2009ء)

آپؑ خدا تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے محبوب تھے

''اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی محبت کے وہ نظارے دکھائے جس نے آخرین کو اولین سے ملا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کے بارے میں آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

''جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اُس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اُس کے لئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اُس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اُس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اُس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 65)

پس یہ مقام اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملا۔

حضرت مدد خان صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے اپنے وطن میں رمضان المبارک کے مہینے میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس دفعہ قادیان میں جا کر روزے رکھوں اور عید وہیں پڑھ کر پھر اپنی ملازمت پر جاؤں۔ اُن دنوں میں ابھی نیا نیا ہی فوج میں جمعدار بھرتی ہوا تھا۔ (یہ فوج میں جونیئر کمیشن افسر کا ایک رینک ہوتا تھا) تو میری اس وقت ہر چند یہی خواہش تھی کہ اپنی ملازمت پر جانے سے پہلے میں قادیان جاؤں تا حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار حاصل کر سکوں اور دوبارہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کروں۔ کیونکہ میری پہلے بیعت 1895ء یا 96ء کی تھی۔ کہتے ہیں یہ بیعت جو تھی وہ ڈاک کے ذریعے ہوئی تھی۔ نیز میرا اُن دنوں قادیان میں آنے کا پہلا موقع تھا اس لئے بھی میرے دل میں غالب خواہش پیدا ہوئی کہ ہو نہ ہو ضرور اس موقع پر حضور کا دیدار کیا جائے۔ اگر ملازمت پر چلا گیا تو پھر خدا جانے حضور کو دیکھنے کا شاید موقع ملے یا نہ ملے۔ لہٰذا یہی ارادہ کیا کہ پہلے قادیان ہی چلا جاؤں اور حضور کو دیکھ آؤں اور بعدہٗ وہاں سے واپس آ کر اپنی ملازمت پر چلا جاؤں۔ میں قادیان کو جان کر یہاں آیا لیکن جونہی یہاں آ کر میں نے حضور کے چہرہ مبارک کا دیدار کیا تو میرے دل میں یکلخت یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مجھ کو ساری ریاست کشمیر بھی مل جائے تو بھی میں آپ کو چھوڑ کر قادیان سے باہر ہرگز نہ جاؤں۔ یہ محض آپ کی کشش تھی جو مجھے واپس نہ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ میرے لئے آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر قادیان سے باہر جانا بہت دشوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آپ کو دیکھتے ہی سب کچھ بھول گیا۔ میرے دل میں بس یہی ایک خیال پیدا ہو گیا کہ اگر باہر کہیں تیری تنخواہ ہزار روپیہ بھی ہو گئی تو کیا ہو گا؟ لیکن تیرے باہر چلے جانے پر پھر تجھ کو یہ نورانی اور مبارک چہرہ ہرگز نظر نہ آئے گا۔ مَیں نے اس خیال پر اپنے وطن کو جانا ترک کر دیا اور یہی خیال کیا کہ اگر آج یا کل تیری موت آ جائے تو حضور ضرور ہی تیرا جنازہ پڑھائیں گے جن سے تیرا بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ اور قادیان میں ہی رہنے کا ارادہ کر لیا۔ میرا یہاں پر ہر روز کا یہی معمول ہو گیا کہ ہر روز ایک لفافہ دعا کے لئے حضور کی خدمت میں آپ کے در پر جا کر کسی کے ہاتھ بھجوا دیا کرتا مگر دل میں یہی خطرہ رہتا کہ کہیں حضور میرے اس عمل سے ناراض نہ ہو جائیں اور اپنے دل میں یہ محسوس نہ کریں کہ ہر وقت ہی تنگ کرتا رہتا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ وہ اس لئے کہ ایک روز حضور نے مجھے تحریراً جواب میں فرمایا کہ آپ نے بہت ہی اچھا راہ یہ اختیار کر لیا ہے کہ مجھے یاد کراتے رہتے ہو جس پر میں بھی آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا رہتا ہوں۔ انشاء اللہ پھر بھی کرتا رہوں گا۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 4 صفحہ 95-96 روایت مدد خان صاحب)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11؍ مئی 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

آنحضرت ﷺ کے دور کی کڑی

''وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الجمعۃ:4)

کہہ کر یہ بھی اعلان فرما دیا کہ آخری زمانہ میں ایک تاریکی کے دور کے بعد جب مسیح و مہدی مبعوث ہو گا تو وہ حقیقی اور کامل نمونہ ہو گا اپنے آقا و مطاع کے اُسوۂ حسنہ کا۔ پس یہ دور جو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور ہے۔ یہ دور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی حقیقی تعلیم کی تصویر ہمارے سامنے رکھی، یہ اصل میں اسی دور کی ایک کڑی ہے جو آنحضرت ﷺ کا دور ہے۔ کیونکہ اصل زمانہ تو تاقیامت آنحضرت ﷺ کا ہی زمانہ ہے اور یہ بیعت بھی جو ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرتا ہے آنحضرتؐ کے حکم سے ہی کرتا ہے۔ پس ایک مومن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر یہ تجدید عہد کہ وقت کی دُوری نے جس عظیم تعلیم اور جس عظیم اُسوہ کو ہمارے ذہنوں سے بھلا دیا تھا اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر یہ تجدید عہد کرتے ہیں کہ ہم ان نیکیوں پر کاربند ہونے کی پوری کوشش کریں گے اور اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کریں گے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/ اپریل 2008ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ اپریل 2008ء)

آپؑ کا مشن

’’آج جماعت احمدیہ کا خلافت سے جو رشتہ قائم ہے وہ بھی اس لئے ہے کہ اس عہد بیعت کے تحت ہر احمدی اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ رہا ہے اور پھر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کاش آج کے مسلمان بھی یہ نکتہ سمجھ جائیں اور زمانے کے مسیح کا انکار کرنے کی وجہ سے جس طرح کی جن مشکلات میں مبتلا ہیں، اُن سے نجات پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا، آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہونے کے بعد ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان فرمایا اور بیعت لی۔ آپؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرت ﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اگر کسی کو پہچان تھی تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے مقام کی پہچان کروانا اور دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچانا تھا اور نہ صرف بچانا بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانا بھی تھا، اُس ہدایت سے دنیا کو روشناس کروانا بھی تھا جو آخری شرعی نبی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری تھی اور جس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں مسیح و مہدی نے آ کر یہ کام کرنا ہے کہ اسلام کو تمام ادیان پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہ مسیح و مہدی جو آنا تھا وہ مَیں ہوں اور اپنے دعوے کی سچائی میں آپؑ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے بھی اس پیغام کو جس کو لے کر آپؑ اٹھے تھے، دنیا میں پھیلانا ہے تا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، یہ تو ہونا ہے۔ ہم نے تو اس کام میں ذرا سی کوشش کر کے ثواب کمانا ہے، ہمارا صرف نام لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توسعید فطرت لوگوں کو توحید پر قائم کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیجا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2007ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/ اپریل 2007ء)

مسیح و مہدی موعود لڑائی نہیں کرے گا

’’جماعت احمدیہ کا تو پہلے دن سے ہی یہ مؤقف ہے اور یہ نظریہ ہے اور یہ تعلیم ہے کہ فی زمانہ ان حالات میں جہاد بند ہے اور یہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بزرگ صحابہ کی لڑائیاں یا تو اس لئے تھیں کہ کفار کے حملے سے اپنے تئیں بچایا جائے اور یا اس لئے تھیں کہ امن قائم کیا جائے۔ اور جو لوگ تلوار سے دین کو روکنا چاہتے ہیں ان کو تلوار سے پیچھے ہٹایا جائے۔ مگر اب کون مخالفوں میں سے دین کے لئے تلوار اٹھاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے والے کو کون روکتا ہے اور مساجد میں بانگ دینے سے کون منع کرتا ہے‘‘۔ یعنی اذان دینے سے کون منع کرتا ہے... پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ’’بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم میں مسیح موعود کی شان میں صاف حدیث موجود ہے کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح موعود لڑائی نہیں کرے گا۔ تو پھر کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ صحیح بخاری قرآن شریف کے بعد اصح الکتب ہے، اور دوسری طرف صحیح بخاری کے مقابل پر ایسی حدیثوں پر عقیدہ کر بیٹھتے ہیں جو صریح بخاری کی حدیث کی منافی پڑی ہے‘‘۔ پس یہ جماعت احمدیہ کا نظریہ ہے اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اور بانگ دہل کھلے طور پر ہم یہ اعلان کرتے ہیں، کہتے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ اب یہ لوگ جو جہاد جہاد کرتے پھر رہے ہیں جس کی آڑ میں سوائے دہشت گردی کے کچھ نہیں ہوتا یہ جہاد نہیں ہے اور سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ مارچ 2006ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 24/ مارچ 2006ء)

آپؑ کا انکار

’’پھر اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار تک تمہیں لے جائے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے۔ جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محمدی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس اُمّت میں نہیں۔ اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مَثِیلِ مُوسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اَتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی اُمّت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا۔ اسی طرح پر جیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ (الجمعۃ:4) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی۔ بلکہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اَلۡحَمۡدُ سے لے کر وَالنَّاس تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ مَیں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا، وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے‘‘۔ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ) ’’اَنۡتَ مِنِّیۡ وَاَنَا مِنۡکَ۔‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے۔ ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟‘‘ اس بات کو مزید کھول کر بیان فرماتے ہوئے کہ تکذیب مسیح موعود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کس طرح مسیح موعود کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ (یعنی مسیح موعود کے انکار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے جو اِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت ایک مسیح و مہدی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکذّب ٹھہرے گا یا نہیں؟ آپ فرماتے ہیں ’’پس پھر مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہو گی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔‘‘ (یعنی مَیں نہیں چھوڑوں گا۔ وہی چھوڑے گا جو مجھے چھوڑنے والا کہتا ہے۔) آپ کہتے ہیں ’’مَیں قرآن و حدیث کا مُصدّق و مِصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کا مصداق صحیح ہوں۔ اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے، جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجّت کافی ہے کہ میرے منہ سے سن کر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے

بقیہ صفحہ 24 پر

از این۔ اے فرخ

سیرتِ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور آپ کا دعویٰ ہے کہ میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اپنے آقا و مطاع حضرت محمد ﷺ سے پایا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''میں نے خدا کے فضل سے نہ کہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سیّد و مولا، فخرالانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64 تا65)

جب ہم سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ آپ کی ساری زندگی اطاعت رسول ﷺ میں گزری ہے چنانچہ آپ کے ایک رفیق حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی ایک روایت میں حضرت مسیح موعودؑ کی اخلاقِ حسنہ کا نہایت ہی پیارے انداز سے ذکر کرنے کے بعد آپ کے اخلاق کے متعلق کیا ہی پیارا لکھتے ہیں:

''اگر حضرت عائشہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھی کہ ''کَانَ خُلُقُهُ قُرْآن'' تو ہم حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''کان خُلُقُهُ حُبَّ محمدٍ و اتباعهٗ علیه الصّلوٰة و السلام''

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 827روایت نمبر 975)

اب خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ مبارکہ میں سے چند ایک واقعات مختلف عناوین کے تحت درج کرتا ہے:

نماز باجماعت

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ۔۔۔۔''جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ ہر جگہ اپنی مسجد میں اکٹھے ہو کر نماز باجماعت پڑھیں جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔''

(ذکر حبیب صفحہ 197)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہے:

''میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت کی عادت نہیں ڈالتے مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے ایک دفعہ حضرت صاحب کچھ بیمار تھے اس لئے جمعہ کے لئے مسجد نا جاسکے میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں تاہم میں جمعہ پڑھنے کو مسجد کو آرہا تھا ایک شخص مجھے اس وقت کی عمر کے لحاظ سے تو شکل اس وقت یاد نہیں رہ سکتی مگر اس واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے۔ محمد بخش اس کا نام ہے اور اب قادیان میں ہی رہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ آپ واپس آرہے ہیں۔ کیا نماز ہوگئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی میں واپس آگیا میں بھی یہ جواب سن کر واپس آگیا اور گھر میں آکر نماز پڑھ لی۔ حضرت مسیح موعود نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے۔۔۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا تو تھا کہ میں گیا تو تھا۔ لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آگیا۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے لیکن جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب آپ کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعودؑ نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کیا آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے۔ اس وقت میرے دِل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی۔۔۔۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا۔ ہاں حضور آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔۔۔ بہر حال یہ واقعہ ہوا جس کا آج تک میرے قلب پر ایک گہرا اثر ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو نماز باجماعت کا کس قدر خیال رہتا تھا۔''

(الحکم 21 جولائی 1943ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے بیان کرتے ہیں:

''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ میں کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔ عدالت میں اور مقدمہ ہوتے رہے۔ میں باہر ایک درخت کے نیچے انتظار کرتا رہا۔ چونکہ نماز کا وقت ہوگیا تھا اس لئے میں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کردی۔ مگر نماز کے دوران میں ہی عدالت سے مجھے آوازیں پڑھنی شروع ہوگئیں مگر میں نماز پڑھتا رہا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس عدالت کا بہرہ کھڑا ہے۔ سلام پھیرتے ہی اس نے مجھے کہا مرزا صاحب مبارک ہو آپ مقدمہ جیت گئے ہیں۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ اوّل صفحہ نمبر14روایت نمبر 17)

عشقِ رسول ﷺ

حضرت مرزا سلطان احمدؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک بات جو میں نے خاص طور پر دیکھی کہ حضرت صاحب (یعنی آنحضرت ﷺ) کے متعلق والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی شان میں ذرا سی بھی بات کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور آنکھیں متغیر ہو جاتی تھیں اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے ایک مضمون کو بار بار دہرایا اور کہا کہ حضرت صاحب سے تو والد صاحب کو عشق تھا۔ ایسا عشق میں نے کبھی کسی شخص میں نہیں دیکھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان کرتے تھے کہ جب 1907ء میں آریوں نے وچھو والی لاہور میں جلسہ کیا تو دوسروں کو بھی دعوت دی تو حضرت صاحب نے بھی ان کی درخواست پر ایک مضمون لکھ کر حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کی امارت میں اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو لاہور شرکت کے لئے بھیجا۔ مگر آریوں نے خلاف وعدہ اپنے مضمون میں آنحضرت ﷺ کے متعلق سخت بدکلامی سے کام لیا۔ اس کی رپورٹ جب حضرت صاحب کو پہنچی تو حضرت صاحب اپنی جماعت پر سخت ناراض ہوئے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس مجلس سے کیوں نہ اٹھ کر آئے اور فرمایا:

پرلے درجہ کی بے غیرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایک مجلس میں برا کہا جاوے اور ایک مسلمان وہاں بیٹھا رہے اور غصہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ سخت ناراض ہوئے کہ کیوں ہمارے آدمیوں نے غیرتِ دینی سے کام نہ لیا۔ جب انہوں نے بدزبانی شروع کی تھی تو فوراً اس مجلس سے اٹھ کر آنا چاہیے تھا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد نمبر1 صفحہ 201روایت نمبر 196)

عشقِ قرآن

حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں:

''جس دِن شب کو عشاء کے قریب حسین کامی سفیر روم قادیان آیا اس دِن نمازِ مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے۔ آپ کو دورانِ سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے اتر کر نیچے لیٹ گئے اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے مگر حضور نے دیر میں سب کو ہٹا دیا۔ جب اکثر دوست وہاں سے رخصت ہو گئے تو آپ نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ مولوی صاحب مرحوم دیر تک نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف سناتے رہے یہاں تک کے آپ کو افاقہ ہوگیا۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 439 روایت نمبر 462)

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''۔۔۔۔۔۔ حافظ نبی بخش صاحب نے (حضور سے) ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار) بہت وظیفے پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے کہ تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کون سا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم جلد 1 صفحہ 349 روایت نمبر 318)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں:

عموماً لیکچرار اور مصنفین اپنے مضمون کا مسودہ یا نوشت تیار کرنے سے قبل اس کے متعلق بعض کتب اور رسائل کو پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس غرض کے لئے ہمیشہ قرآن کریم کو پڑھا کرتے تھے۔ اور دوسری کتابوں کی طرف چنداں متوجہ نہ ہوا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کی تصانیف میں بکثرت قرآن کریم کے حوالے ہی پائے جاتے ہیں۔ گویا آپ کی تمام تحریریں، آپ کا تمام کاروبار قرآن شریف کی تفسیر تھا۔ آپ کو قرآن شریف کے ساتھ خاص محبت تھی جس کا اظہار آپ کے نظموں میں بخوبی ہو رہا ہے مثلاً

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
اے عزیزو سنو کہ بے قرآں
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
دِل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

(شمائل احمد صفحہ نمبر 21۔ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

محبتِ دین اور غیرتِ دینی

آپ اپنے منظوم کلام میں اپنے دِل کی کیفیت کو خدا کے حضور پیش کرکے خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

آپؑ کے دِل میں کس قدر محبتِ دین اور غیرتِ دین تھی اس بات کا اندازہ مندرجہ ذیل روایات سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی روایت ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

''میرا ایک کلاس فیلو تھا۔جس کا نام محمد عظیم ہے۔اور وہ پیر جماعت علی شاہ سیالکوٹی کا مرید ہے۔وہ مجھ سے بیان کرتا ہے میرا بھائی کہا کرتا تھا ایامِ جوانی میں جب مرزا صاحب کبھی کبھی امرتسر آتے تھے تو میں ان کو دیکھتا تھا وہ پادریوں کے خلاف بڑا جوش رکھتے تھے اس زمانہ میں عیسائی پادری بازاروں وغیرہ میں عیسائیت کا وعظ کیا کرتے تھے اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے تھے۔مرزا صاحب ان کو دیکھ کر جوش سے بھر جاتے تھے اور ان کا مقابلہ کرتے تھے۔۔۔۔۔۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل۔جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 232 ، روایت نمبر 254)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

لدھیانہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ سر درد کا دورہ حضرت مسیح موعودؑ کو اسقدر سخت ہوا کہ ہاتھ پیر برف کی مانند سرد ہو گئے۔ میں نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو نبض بہت کمزور ہوگئی تھی۔آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اسلام پر کوئی اعتراض یاد ہو تو اس کا جواب دینے سے میرے جسم میں گرمائی آجائے گی اور دورہ موقوف ہو جائے گا میں نے عرض کی حضور اس وقت تو کوئی اعتراض یاد نہیں آتا۔

فرمایا آنحضرت کی نعت میں کچھ اشعار یاد ہوں تو پڑھیں۔ میں نے براہینِ احمدیہ کی نظم

''اے خدا! اے چارۂ آزما''

خوش الحانی سے پڑھنی شروع کر دی اور آپؑ کے بدن میں گرمائی آنی شروع ہوگئی۔ پھر آپ لیٹے رہے اور سنتے رہے پھر مجھے ایک اعتراض یاد آ گیا۔۔۔۔۔ جب میں نے یہ اعتراضات سنائے تو حضورؑ کو جوش آ گیا اور فوراً آپ بیٹھ گئے اور بڑے زور کی تقریر جواباً کی اور بہت سے لوگ بھی آگئے اور دورہ ہٹ گیا۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم۔جلد نمبر 2 صفحہ 38 ، روایت نمبر 1039)

اسی طرح آپؑ کے ایک اور رفیق حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ اپنے وسیع تجربہ کی بناء پر فرماتے ہیں:

''ایک ہی چیز ہے جو آپ کو متأثر کرتی ہے۔ اور جنبش میں لاتی ہے اور حد سے زیادہ غصہ دلاتی ہے وہ ہے

''محرمات اللہ اور اھانت شعائر اللہ''

فرمایا! میری جائیداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے بہ نسبت دین کی ہتک اور استخفاف کے دیکھنے اور اس پر صبر کرنے کے''

(حیاۃ النبی جلد اوّل نمبر 2 صفحہ 159.160)

عائلی زندگی

حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں:

محترمہ استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ جو مکرم قاضی اکمل صاحب کی حرم محترم ہیں اور تعلیم یافتہ خاتون ہیں اور جن کو حضرت اقدسؑ کے گھر میں بہت قریب سے حالات دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اپنی ایک روایت میں جو انہوں نے مجھے لکھ کر دی لکھا ہے:

''ایک دفعہ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ میں جب پہلے پہل دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا حضرت اقدس علیہ السلام کو گڑ والے چاول بہت پسند فرماتے ہیں چنانچہ میں نے بڑے شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ سو وہ بالکل راب سی بن گئی جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے۔ میرے چہرہ کو دیکھا جو کہ رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟ پھر فرمایا: نہیں! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مزاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں پھر خوش ہو کر کھائے۔

حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دِل بھی خوش ہو گیا۔''

(سیرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ نمبر 226.225)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بد زبانی کا ذکر ہوا اور شکایت ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے حضور اس بات سے بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا:

''ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیے''

حضور بہت دیر تک معاشرتِ نسواں کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے اور آخر پر فرمایا:

میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آواز کسا تھا میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگِ بلند دِل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دِل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی کسی پنہائی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 307)

عاجزانہ راہیں

حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑک دیا کر ہٹا دیا۔ میرے دِل پر چوٹ سی لگی اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیوں کے ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔''

(ملفوظات جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 83)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو آپ کے بڑے بیٹے تھے، بیان کرتے ہیں:

''دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو ان کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا بیٹھا ہوں۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل جلد 1 صفحہ 200 روایت نمبر 192)

''ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ پر بیماری کا دورہ ہوا۔ باوجود یہ کہ گرمی کا موسم تھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ اوپر بیت الذکر کی چھت پر احباب نمازِ مغرب کے لئے تشریف فرما تھے۔ احباب فوری تدابیر میں مصروف ہو گئے۔ پیرا کو بھی خبر ہوئی وہ بھی اس وقت مٹی گارے کا کوئی کام کر رہا تھا۔ پاؤں کیچڑ میں لت پت تھے اسی حالت میں بیت الذکر میں چلا آیا۔ آگے دری تھی اور یہ قدرتی امر تھا کہ اس کی اس حالت سے پاس والوں کے کپڑے اور دری کا فرش خراب کرتا اس ہیئت کذائی (اسی حال میں) سے وہ آگے بڑھا اور حضرت کو دبانے لگا بعض نے اس کو کہا کہ تو کس طرح آ گیا؟ تیرے پاؤں خراب ہیں مگر اس نے کچھ بھی نہیں سنا اور حضرت کو دبانے لگا حضرت نے فرمایا اس کو کیا خبر ہے؟ جو کرتا ہے کرنے دو کچھ حرج نہیں؟''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 360)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک اور خادم مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمہ کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہم رکاب ہوتا تھا لیکن جب آپ چلنے لگتے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے۔آپ فرماتے کہ ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی تم کو سوار ہو کہ کیوں شرم آتی ہے۔

(حیاتِ طیبہ صفحہ 15)

آپؑ فرماتے ہیں:

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ۔

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت صاحب تبلیغ (یعنی آئینہ کمالاتِ اسلام کا عربی حصہ) لکھا کرتے تھے۔مولوی نور الدین صاحب تشریف لائے۔حضرت صاحب نے ایک بڑا دو ورقہ مضمون لکھا اور اس کی فصاحت و بلاغت خداداد پر حضرت مسیح موعودؑ کو بڑا ناز تھا اور وہ فارسی ترجمہ کرنے کے لئے مجھے دینا تھا مگر یاد نہ رہا اور جیب میں رکھ لیا اور باہر سیر کو چل دیے۔مولوی صاحب اور جماعت بھی ساتھ تھی۔ واپسی پر کہ ہنوز راستہ ہی میں تھے کہ مولوی صاحب کے ہاتھ میں کاغذ دے دیا کہ وہ پڑھ کر عاجز راقم کو دے دیں۔مولوی صاحب کے ہاتھ سے وہ مضمون گر گیا۔ واپس ڈیرہ میں آئے اور بیٹھ گئے۔حضرت صاحب معمولاً اندر چلے گئے۔ میں نے کسی سے کہا کہ آج حضرت صاحب نے مضمون نہیں بھیجا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور ابھی مجھے ترجمہ بھی کرنا ہے۔مولوی صاحب کو دیکھتا ہوں تو رنگ فق ہو رہا ہے۔حضرت صاحب کو خبر ہوئی تو معمولی ہشاش بشاش چہرہ تبسم زیرِلب تشریف لائے اور بڑا اعذر کیا کہ ''مولوی صاحب کو کاغذ کے گم ہونے سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر تگاپو کیوں کیا گیا۔میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرماوے گا''۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل۔جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 260، روایت نمبر 292)

حضرت چوہدری حاکم علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ۔

''ایک دفعہ حضرت صاحب بڑی مسجد میں کوئی لکچر یا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک سکھ مسجد میں گھس آیا اور سامنے کھڑا ہو کر حضرت صاحب کو اور آپ کی جماعت کو سخت گندی اور فحش گالیاں دینے لگا۔ اور ایسا شروع ہوا کہ بس چپ ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر حضرت صاحب خاموشی کے ساتھ سنتے رہے۔ اس وقت بعض طبائع میں اتنا جوش تھا کہ اگر حضرت صاحب کی

اجازت ہوتی تو اس کی وہیں تکہ بوٹی اڑ جاتی۔ مگر آپؑ سے ڈر کر سب خاموش تھے آخر جب اس کی فحش زبانی حد کو پہنچ گئی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ دو آدمی اسے نرمی کے ساتھ پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیں مگر اسے کچھ نہ کہیں۔ اگر یہ نہ جاوے تو حاکم علی سپاہی کے سپرد کر دیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ سرکار انگریزی کی طرف سے قادیان میں ایک پولیس کا سپاہی رہا کرتا ہے اور ان دنوں حاکم علی نامی ایک سپاہی ہوتا تھا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل۔جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 257 ، روایت نمبر 286)

حضرت میاں سراج الدین صاحب بیان لکھتے ہیں:

''سراج الدین لمبے بالوں والا جو سجادہ نشین تھا آیا ہے پہلے تو نرمی سے باتیں پوچھتا رہا۔ پھر گالیاں نکالنی شروع کر دیں ایک گھنٹہ تک برابر گالیاں دیتا رہا آپؑ سنتے رہے جب وہ گالیاں دے کر تھک گیا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا بس یا کچھ اور بھی'' (الحکم 26 مئی 1935ء صفحہ 6)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کے فتووں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوشش کو ہی کافی نہ سمجھا جاتا تھا۔ اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی اور پھر اس پر بس نہیں ایسے خطوط عموماً آپ کو بیرنگ بھیجے جاتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا اور جب کھولتا تھا تو ان میں اوّل سے آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گزر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب)

رفقاء سے محبت

آپؑ کی حضرت صاحبزادہ عبدالطیف صاحبؓ سے محبت کے بارے میں حضرت ڈاکٹر میر اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''مولوی عبدالطیف صاحب کی شہادت کے بعد ان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعودؑ کے پاس قادیان لایا۔ آپ نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سربمہر کر دیا اور پھر اس شیشی میں تاگہ باندھ کر اسے اپنی بیت الدعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔ اور یہ سارا عمل آپ نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے اور نیز بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے گئے ہوں گے کہ دعا کی تحریک رہے''

(سیرت المہدی حصہ دوم۔جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 339 ، روایت نمبر 370)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں:

''مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے ایک حصہ میں بالا خانہ میں رہا کرتے تھے اور جب تک ان کی شادی اور خانہ داری کا انتظام نہیں ہوا حضرت صاحب خود ان کے لئے صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کو مہمانوں کی بڑی خاطر منظور ہوتی تھی اور پھر جو لوگ دینی مشاغل میں مصروف ہوں ان کو تو آپ بڑی قدر اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 344 ، روایت نمبر 380)

مہمان نوازی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی اور جو لوگ جلسہ کے موقعہ پر قادیان آتے تھے خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی وہ آپ کی محبت ومہمان نوازی سے پورا پورا حصہ پاتے تھے اور آپ کو ان کے آرام اور آسائش کا از حد خیال رہتا تھا آپ کی طبیعت میں تکلف بالکل نہیں تھا اور ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اس کی خدمت اور مہمان نوازی میں دلی خوشی پاتے تھے اوائل زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آتا تو آپ ہمیشہ اسے ایک مسکراتے ہوئے چہرے سے ملتے اور مصافحہ کرتے۔ خیریت پوچھتے عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے سردیاں ہوتیں تو چائے وغیرہ تیار کروا کے لاتے۔ رہائش کی جگہ کا انتظام کرتے اور کھانے وغیرہ کے متعلق مہمان خانہ کے منتظمین کو خود بلا کر تاکید فرماتے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ ایک پرانے رفیق نے جو دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت کے تھے خاکسار مؤلف سے بیان کیا کہ میں جب شروع شروع میں قادیان آیا تو اس وقت گرمی کا موسم تھا، حضرت مسیح موعودؑ حسب عادت نہایت محبت اور شفقت کے ساتھ ملے اور مجھے خود اپنے ہاتھ سے شربت بنا کر دیا اور لنگر خانہ کے منتظم کو بلا کر خود میرے آرام کے بارہ میں تاکید فرمائی اور مجھے بھی بار بار فرمایا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔ پھر اس کے بعد جب میں سردیوں میں آیا اور نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر مہمان خانہ کے ایک کمرہ میں سونے کے لئے لیٹ گیا اور رات کا کافی حصہ گزر گیا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹایا۔ جب میں اٹھ کر گیا اور دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعودؑ خود بنفسِ نفیس ایک ہاتھ میں لال ٹین لئے اور دوسرے میں ایک پیالا تھامے کھڑے تھے اور مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمانے لگے ''اس وقت کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں کہ شاید رات کو دودھ پینے کی عادت ہو'' وہ دوست بیان کرتے ہیں کہ میں شرم سے کٹا جا رہا تھا مگر حضرت مسیح موعودؑ اپنی جگہ معذرت فرما رہے تھے میں نے اس وقت اٹھا کر آپ کو تکلیف دی ہے اس چھوٹے سے واقعہ سے آپ کے جذبہ مہمان نوازی کا کس قدر اندازہ ہوسکتا ہے''

(سلسلہ احمدیہ جلد اوّل مؤلفہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے صفحہ نمبر 44 تا45)

ہمدردیٔ خلق اور وفاداری

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں:

''میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اگر ہمارا کوئی دوست ہو اور اس کے متعلق ہمیں اطلاع ملے کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اسے اپنے مکان میں اٹھا لائیں اور پھر جب اسے ہوش آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ جائیں تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔''

(سیرت المہدی حصہ دوم۔جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 381 ، روایت نمبر 421)

غریب پروری

''قادیان کے قریب سٹھیالی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو قادیان سے قریباً 6 میل کے فاصلے پر ہو گا وہاں سے ایک جٹ فقیر آیا کرتا تھا۔۔۔۔

وہ مسجد مبارک کی چھت کے نیچے آ کر کھڑکی کے پاس آواز لگایا کرتا تھا۔ جو بیت الفکر کی مغربی دیوار میں ہے۔ اس کی آواز یہ ہوتی تھی۔

''غلام احمدا روپیہ لینا ہے''

یعنی اے غلام احمد (علیہ السلام) روپیہ لینا ہے۔ اور وہاں بیٹھ جاتا۔ حضرت صاحب کسی کام میں بعض اوقات مصروف ہوتے اور آپ کی توجہ اس میں ہوتی اور آپ اس کی آواز کو نہ سن سکتے تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آواز لگاتا۔ اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتا اور کوئی اسے ٹوکتا تو اسے کہہ دیتا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں تو غلام احمد (علیہ السلام) سے مانگتا ہوں۔ حضرت اقدس کو اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اسے کچھ کہا ہے تو آپ ناپسند فرماتے اور ہنستے ہوئے اس کو روپیہ دے دیا کرتے اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ سائل کو زیادہ دیر انتظار میں نہ رکھتے تھے۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 462 از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں:

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی انتظار میں تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے پھٹے پرانے تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

اتنے میں چند معزز مہمان آ کر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑتا حتی کے وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے اتنے میں جو کھانا آیا تو حضور نے جو سارہ نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں اٹھالیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''آؤ میاں نظام دین ہم اندر بیٹھ کے کھانا کھائیں''۔ یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے کوٹھری کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔''

(سیرت طیبہ صفحہ 188 از مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)

جانوروں پر رحم

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دفعہ میاں (یعنی خلیفۃ المسیح الثانیؓ) دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے جمعہ کی نماز کے لئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے۔ جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض باتیں چھوٹی ہوتی ہیں مگر ان سے کہنے والے کے اخلاق پر بڑی روشنی پڑتی ہے''

(سیرت المہدی حصہ اوّل۔ جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 176، روایت نمبر 178)

حضرت خواجہ عبدالرحمان صاحب متوطن کشمیر نے بیان کیا:

''ایک دفعہ ایک بڑا موٹا کتا حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں گھس آیا اور بچوں نے اسے دروازے بند کر کے مارنا چاہا۔ لیکن جب کتے نے شور مچایا تو حضرت صاحب کو بھی پتا لگ گیا اور آپ ہم پر ناراض ہوئے چنانچہ ہم نے دروازہ کھول کر کتے کو چھوڑ دیا۔''

(سیرت المہدی حصہ اوّل۔جلدنمبر 1 صفحہ نمبر 312.313، روایت نمبر 342)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاقِ کو بھر پور طریق پر اپنانے کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ کے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اخلاق کا نمونہ ہمارے لئے جو چھوڑا ہے اگر ہم ان پر عمل کریں گے تو ہم اپنے اس معاشرے کو جنت نظیر معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

از رانا عبدالرزاق خاں لندن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عجز و انکساری

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ ایک شفاف آئینہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ جہاں آپ نے خدا سے رہنمائی پا کر اپنی فکر کو ملفوظات اور روحانی خزائن کی شکل میں زیور تحریر بخشا۔ وہیں خدا کی بتائی ہوئی پاک راہوں پر چلتے ہوئے آپؑ کی زندگی ہم سب اور آنے والے زمانوں کے لئے انسانی اخلاق کا عظیم ترین نمونہ ہے۔ آپؑ کی سیرتِ قدسیہ اور اوصافِ کریمانہ پر کئی کتب اور ہزاروں مضامین لکھے گئے۔ اس مختصر مضمون میں بھی آپ کے عجز و انکسار کے چند واقعات پیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی انتہائی سادگی، عاجزی اور انکساری میں گزری اور آپؑ نے جماعت کو بھی یہی تعلیم دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ”انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین ہو جاؤ“

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 63)

ایک اور جگہ آپؑ تحریر فرماتے ہیں:

”میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا عقلمند یا ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سر چشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے اور اس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے بہتر عقل اور علم دیدے“ (نزول مسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402)

آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا کہ جب تک کہ دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اول تکبر کو توڑنا جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوا ہوتا ہے گر کر زمین پر ہموار ہو جائے۔ اسی طرح انسان کو چاہئے کہ تمام تکبر اور برائی کے خیالات کو دور کرے۔ عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے۔“

(ذکر حبیب، حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 261)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس نہایت سادہ ہوتیں، جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا مجلس میں آنے والے احباب سے انتہائی محبت سے ملتے آپؑ کے کسی قول وفعل میں ایک لحہ کے لئے بھی یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ آپ بڑے آدمی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب سیالکوٹی اپنی کتاب ”سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام“ صفحہ 41-42 میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”باہر مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپؑ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا۔ آپؑ ہمیشہ دائیں صف ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔ میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اس لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اُسی حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ آپؑ کی مجلس میں احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی دونوں ایک ہی وقت میں جمع رہتے ہیں ہر ایک خادم ایسا یقین کرتا ہے کہ آپؑ کو خصوصاً مجھ سے ہی پیار ہے۔“

آپؑ کے بڑے بیٹے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ”والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری“ ...... آپؑ کے حلم اور منکسر المزاجی کی ایک مثال حیات طیبہ میں کچھ یوں تحریر ہے کہ، ”قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا آپؑ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضورؑ جب نہر پر پہنچے تو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہیں چھوڑا اور خود واپس پیدل تشریف لائے۔ یکے والے کو پل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکے والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کمبخت اگر مرزا نظام الدین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو تُو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے۔ اسی لئے تو اسے چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپؑ نے مجھے بلا کر فرمایا۔ ”وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اسے مزدوری مل گئی وہ چلا گیا“۔

(حیات طیبہ صفحہ 15-16)

آپ کے حلم و کرم کا ایک جلوہ یوں بیان ہے؛ حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب نے بیان کیا کہ

”جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یوں ہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے کر جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا۔“ (ذکر حبیب، ص ۳۲۱)

ایک واقعہ ڈاکٹر بشارت احمد کی کتاب ”مجدد اعظم“ جلد دوم صفحہ 1293 تا 1294 سے تحریر ہے۔

”نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی بیگم صاحبہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت اقدسؑ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ خود پڑھائی۔ قبر ابھی تیار نہ تھی۔ میں (مولف مجدد اعظم) بھی جنازہ کے ساتھ تھا۔ لوگ قبر دیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں جو دیکھتا ہوں۔ تو حضرتؑ صاحب ندارد۔ گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا تو باغ میں ایک طرف اکیلے زمین پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ میں نے جلدی سے ایک درخت کے نیچے چادر بچھائی اور حضرتؑ سے جا کر عرض کی کہ یہاں تو دھوپ ہے وہاں درخت کے سایہ میں تشریف لے چلئے۔ فرمانے لگے، ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپؑ درخت کے سایہ میں اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ میں قریب ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے جو دیکھا کہ حضرت صاحبؑ درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو لوگ وہیں آنا شروع ہو گئے۔ اب جو آتا حضرت اقدسؑ اُسے فرماتے ”آیئے آیئے یہاں بیٹھئے“ اور خود پیچھے کھسک جاتے اور اُسے چادر پر بٹھا لیتے لوگ آتے گئے اور حضرت صاحبؑ پیچھے کھسک کھسک کر لوگوں کو چادر پر بٹھاتے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی جو دیکھتا ہوں حضرت صاحب تو مٹی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور مرید سارے چادر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آنے والوں کو تو زیارت اور ملاقات کے ذوق شوق میں یہ نظر نہ آیا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا اور دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔ ساتھ ہی ایمان ترقی کر رہا تھا کہ خدا نے کیا مرتبہ دیا ہے اور نفس میں کس قدر انکسار اور فروتنی ہے۔“

یہ وہ راہیں ہیں جو ہماری منزل کا نشان ہیں کہ ہم اپنے نفس کے گورکھ دھندوں سے نکل کر راہِ حق پا ئیں۔ خدا ہمیں ان پاک راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

از مرزا دانیال احمد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا دل عطا کیا تھا جو محبت اور وفاداری کے جذبات سے معمور تھا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے کسی محبت کی عمارت کو کھڑا کر کے پھر اس کو گرانے میں کبھی پہل نہ کی۔ ایک صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی آپ کے بچپن کے دوست اور ہم مجلس تھے گو آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آ کر انہیں ٹھوکر لگ گئی اور انہوں نے نہ صرف دوستی کے رشتہ کو توڑ دیا بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اشد ترین مخالفوں میں سے ہو گئے اور آپؑ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگانے میں سب سے پہل کی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں آخر وقت تک ان کی دوستی کی یاد زندہ رہی۔ اور گو آپ نے خدا کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان کی فتنہ انگیزیوں کے ازالہ کے لئے ان کے اعتراضوں کے جواب میں زوردار مضامین بھی لکھے مگر ان کی دوستی کے زمانہ کو کبھی نہیں بھولے اور ان کے ساتھ قطع تعلق ہو جانے کو ہمیشہ تلخی کے ساتھ یاد رکھا۔ چنانچہ اپنے آخری زمانہ کے اشعار میں مولوی محمد حسین صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

قَطَعْتَ وِدَاداً قَدْ غَرَسْنَاهُ فِي الصِّبَا
وَلَيْسَ فُؤَادِي فِي الْوِدَادِ يُقَصِّرُ

یعنی تو نے اس محبت کے درخت کو کاٹ دیا جو ہم دونوں نے مل کر بچپن میں لگایا تھا۔ مگر میرا دل محبت کے معاملہ میں کوتاہی کرنے والا نہیں ہے۔

دوستی اور وفاداری کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل حقیقۃً بے نظیر جذبات کا حامل تھا۔ چنانچہ آپؑ کے مقرب حواری حضرت مولوی عبد الکریم صاحب روایت کرتے ہیں کہ ”حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دن فرمایا۔ میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص عہد دوستی باندھے مجھے اس کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں۔ ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو تو ہم بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ فرمایا۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہیں کر دینا چاہیے اور دوستوں کی طرف سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آئے اس پر اغماض اور تحمل کا طریق اختیار کرنا چاہیے۔“

اس روایت کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نہایت مخلص صحابی تھے بیان کرتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا اگر ایسا شخص شراب میں بے ہوش پڑا ہو تو ہم اسے اٹھا کر لے آئیں گے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے اور جب وہ ہوش میں آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جائیں گے تا کہ وہ ہمیں دیکھ کر شرمندہ نہ ہو۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اپنی تصنیف ”سیرت حضرت مسیح موعود“ میں لکھتے ہیں ۔

”ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود اپنی کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ کا عربی حصہ لکھ رہے تھے حضور نے مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اول) کو ایک بڑا دو ورقہ اس زیر تصنیف کتاب کے مسودہ کا اس غرض سے دیا کہ فارسی میں ترجمہ کرنے کے لئے مجھے پہنچا دیا جائے وہ ایسا مضمون تھا کہ اس خدا داد فصاحت و بلاغت پر حضرت کو ناز تھا۔ مگر مولوی صاحب سے یہ دو ورقہ کہیں گر گیا۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ہر روز کا تازہ عربی مسودہ فارسی ترجمہ کے لئے ارسال فرمایا کرتے تھے اس لئے اس دن غیر معمولی دیر ہونے پر مجھے طبعاً فکر پیدا ہوا اور میں نے مولوی نور الدین صاحب سے ذکر کیا کہ آج حضرت کی طرف سے مضمون نہیں آیا اور کاتب سر پر کھڑا ہے اور دیر ہو رہی ہے معلوم نہیں کیا بات ہے۔ یہ الفاظ میرے منہ سے نکلنے تھے کہ مولوی نور الدین صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔ کیونکہ دو ورقہ مولوی صاحب سے کہیں گر گیا تھا۔ بے حد تلاش کی مگر مضمون نہ ملا اور مولوی صاحب سخت پریشان تھے۔ حضرت مسیح موعود کو اطلاع ہوئی تو حسب معمول ہشاش بشاش مسکراتے ہوئے باہر تشریف لائے اور خفا ہونا یا گھبراہٹ کا اظہار کرنا تو در کنار الٹا اپنی طرف سے معذرت فرمانے لگے کہ مولوی صاحب کو مسودہ کے گم ہونے سے ناحق تشویش ہوئی مجھے مولوی صاحب کی تکلیف کی وجہ سے بہت افسوس ہے۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے گمشدہ کاغذ سے بہتر مضمون لکھنے کی توفیق عطاء فرمادے۔

جب کوئی دوست کچھ عرصہ کی جدائی کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ملتا تو اسے دیکھ کر آپ کا چہرہ یوں شگفتہ ہو جاتا تھا جیسے کہ ایک بند کلی اچانک پھول کی صورت میں کھل جائے اور دوستوں کے رخصت ہونے پر آپ کے دل کو از حد صدمہ پہنچتا تھا۔

آپ کو یہ بھی خواہش رہتی تھی کہ جو دوست قادیان آئیں وہ حتی الوسع آپؑ کے پاس آپ کے مکان کے ایک حصہ میں ہی قیام کریں اور فرمایا کرتے تھے کہ زندگی کا اعتبار نہیں جتنا عرصہ پاس رہنے کا موقعہ مل سکے غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اس طرح آپؑ کے مکان کا ہر حصہ گویا ایک مستقل مہمان خانہ بن گیا تھا اور کمرہ کمرہ مہمانوں میں بٹا رہتا تھا۔ مگر جگہ کی تنگی کے باوجود آپ اس طرح دوستوں کے ساتھ مل کر رہنے میں انتہائی راحت پاتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 589 تا 592)

☆...☆...☆

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کا مقام و مرتبہ ...... از صفحہ 19

باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اس کو سمجھائے گا۔“ (آپ یہ سب باتیں ایک آئے ہوئے مہمان کو سمجھا رہے تھے۔) آپ نے فرمایا کہ ”میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 14 تا 16۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ مارچ 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13/اپریل 2018ء)

آپؑ ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے شرائطِ بیعت کی دسویں شرط میں اپنے سے تعلق اور محبت اور اخوت کو اُس معیار تک پہنچانا لازمی قرار دیا ہے جس کی مثال دنیا کے کسی رشتے میں نہ ملتی ہو۔ یہ مقام آپ کی بیعت میں آنے کے بعد آپ کو دینا کیوں ضروری ہے؟ اس لئے کہ آپ ہی اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ عاشق صادق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایمان کو ثریا سے زمین پر لے کے آئے۔ اسلامی تعلیم میں داخل ہونے والی بدعات کو دور فرما کر اسلام کی خالص اور چمکتی ہوئی تعلیم کو پھر سے ہمارے سامنے پیش فرمایا“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/ مئی 2012ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

”آج ہم سب احمدی اس مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، اُس شخص کا ہاتھ بٹانے کا دعویٰ کرنے والے ہیں جو ایمان کو ثریا سے زمین پر لایا۔ اُس امام سے منسوب ہونے والے ہیں جس نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالت میں دنیا کے کونے کونے میں قائم کرنے کا عہد کیا ہے اور جس کی جماعت نے اس عہد کو پورا کرنا ہے۔ ہماری کتنی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے کونے کونے میں مسیح محمدی کے ذریعے دین اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی ذمہ داری خود لی ہے اور ہمیں فرمایا کہ تم بھی اس تقدیرِ الٰہی کا حصہ بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔“ اور تم اس کے حصہ دار بن کے ثواب کماؤ گے۔ ہمیں کس طرح اس الٰہی تقدیر کا حصہ بننا ہے؟ اپنے اندر وہ انقلاب پیدا کر کے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنا دے۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر کے، اپنے اندر سے ہر قسم کی برائیوں کو دور کر کے، اپنے قول و فعل میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا کر کے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 فروری 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 25/ فروری 2011ء)

(ادارہ)

حضرت مسیح موعودؑ کے دو مخالف مجسٹریٹس کا انجام

’’مَیں اُس کا شکار ہوں؟ مَیں شکار نہیں ہوں۔ مَیں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے!‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

مجسٹریٹ لالہ چندولال کا انجام

لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی پوری ہوئی تو آریہ قوم نے دل سے اس نشان کی عظمت محسوس کی۔ اس لئے وہ اس کیس کو عدالت میں تو نہ لے گئے مگر اپنی اس خفّت کا بدلہ لینے کے لئے جذبہ ٔ انتقام سے بھر گئے۔ چنانچہ جب مولوی کرم دین جہلمی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ بنایا تو دو آریہ مجسٹریٹوں نے آپؑ کے خلاف اپنے بغض و کینہ کا ہر طرح سے اظہار کیا اور دونوں خدا کی قہری تجلّیات کا نشانہ بنے۔ ان میں سے پہلا ضلع گورداسپور کا مجسٹریٹ لالہ چندولال تھا جس کا رویّہ شروع سے ہی اس قدر متعصّبانہ تھا کہ حضورؑ کے وکلاء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے پاس انتقالِ مقدمہ کی درخواست دینی پڑی۔ یہ درخواست ردّ ہوئی تو چیف کورٹ میں اپیل کی گئی لیکن وہاں بھی درخواست مسترد ہوگئی اور مقدمہ بدستور لالہ چندولال کے پاس ہی رہا۔ اس دوران گورداسپور کے آریوں نے لالہ چندولال سے مل کر ایک مکروہ منصوبہ تیار کیا اور حضورؑ کے متعلق اُسے کہا کہ یہ شخص لیکھرام کا قاتل ہے اور اب وہ تمہارے ہاتھ کا شکار ہے اور ساری قوم کی نظر تم پر ہے۔ لالہ چندولال نے بھی اُن سے وعدہ کرلیا کہ وہ پہلی پیشی پر ہی عدالتی کارروائی عمل میں لے آئے گا یعنی اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے ملزم کو بغیر ضمانت قبول کئے گرفتار کرلے گا۔ اس ناپاک سازش کی اطلاع کسی طرح حضور علیہ السلام کے مخلص مرید حضرت محمد اسماعیل خان صاحبؓ کو بھی ہوگئی جنہوں نے حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب سے یہ ذکر کردیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے یہ ساری روئیداد خدمت اقدسؑ میں سنائی۔ آپؑ اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ جونہی آپؑ نے اپنے بارہ میں آریوں کی طرف سے کہا گیا لفظ شکار سُنا تو آپؑ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور چہرۂ مبارک سُرخ ہوگیا۔ اور بلند آواز میں فرمایا: ’’مَیں اُس کا شکار ہوں؟ مَیں شکار نہیں ہوں۔ مَیں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے!‘‘۔ حضورؑ نے ’’خدا کا شیر‘‘ کے الفاظ کئی بار دہرائے۔ پھر یہ خاص کیفیت جاتی رہی تو آپؑ نے فرمایا: ’’مَیں کیا کروں؟ مَیں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ مَیں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں، مَیں تجھے ذلّت سے بچاؤں گا اور عزّت کے ساتھ بری کروں گا۔‘‘

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کو امکانی ذلّت سے بچانے کی یہ تدبیر فرمائی کہ اس مجلس کے کچھ دیر بعد آپؑ کو اچانک خون کی قَے ہوئی۔ اس پر مقامی ہسپتال کے سول سرجن (انگریز) ڈاکٹر ایس پی مور نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اس عمر میں خون کی قَے آنا خطرناک ہے اور سرٹیفیکیٹ دیا کہ آپؑ ایک ماہ کے لئے کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں۔ اس کے بعد حضورؑ پیشی سے قبل ہی قادیان روانہ ہوگئے۔ اگلے روز مجسٹریٹ نے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دیکھا تو سٹپٹاکر رہ گیا اور عدالتی کارروائی مؤخر کرنے پر مجبور ہوگیا۔ بعد میں اُسی سول سرجن نے قادیان جاکر بھی حضورؑ کا معائنہ کیا اور آپؑ کی عمومی حالت کے پیش نظر مزید چھ ہفتہ کے لئے آرام کی ہدایت کی اور اتنے عرصہ کے لئے سفر کے ناقابل ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی دے دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنے مامور کو ہر ذلّت سے بچانے کی بشارتیں دیں تو دوسری طرف بھی اپنا جلالی ہاتھ دکھانا شروع کردیا۔ چنانچہ دورانِ مقدمہ چند غیراز جماعت معززین نے جب آپؑ کی خدمت میں ازراہ ہمدردی کہا کہ چندولال کا ارادہ آپؑ کو قید کرنے کا معلوم ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: ’’مَیں تو چندولال کو عدالت کی کرسی پر نہیں دیکھتا‘‘۔

اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ گورداسپور جیل میں کسی مجرم کو پھانسی لگنی تھی۔ ڈپٹی کمشنر کی طرف سے چندولال کی ڈیوٹی اس موقع پر لگائی گئی تو اُس نے عذر کیا کہ وہ ایک رقیق القلب ہے کہ کسی مجرم کو پھانسی لگتے نہیں دیکھ سکتا۔ اس پر یہ ڈیوٹی کسی دوسرے مجسٹریٹ کے سپرد کردی گئی اور ڈپٹی کمشنر نے چندولال کے بارہ میں حکّام بالا کو رپورٹ بھجوائی کہ یہ اس قابل نہیں کہ اسے فوجداری اختیارات تفویض کئے جائیں۔ چنانچہ چندولال ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ سے معزول ہوکر عام جج بناکر ملتان بھجوادیا گیا۔ بعد میں وہ اسی صدمہ کی وجہ سے پاگل ہوگیا اور اسی حالت میں راہی ملک عدم ہوا۔

مہتہ آتمارام کا انجام

لالہ چندولال کی جگہ آنے والے آریہ مجسٹریٹ مہتہ آتمارام نے بھی آتے ہی اوچھے ہتھیار استعمال کرنے شروع کردیئے۔ پہلے اُس نے حضورؑ کو کرسی دینے سے انکار کیا بلکہ بعض اوقات شدید پیاس کے باوجود بھی آپؑ کو پانی پینے کی اجازت نہ دی۔ پھر سماعت کی تاریخیں اتنی قریب قریب دینی شروع کردیں کہ حضورؑ کو وسط اگست 1904ء سے تا اختتام مقدمہ گورداسپور میں ہی قیام کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں اُس نے عدالت کا ایک افسوسناک مظاہرہ یوں کیا کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے حق میں جانے والی ایک فیصلہ کُن شہادت کو طلب کرنے سے بھی انکار کردیا۔

بالآخر مہتہ آتمارام نے 8؍اکتوبر 1905ء کے دن کا آخری وقت فیصلہ سنانے کے لئے مقرر کیا۔ یہ ہفتہ کا آخری دن تھا اور اگلا روز چھٹی تھی۔ اُس کا ارادہ تھا کہ آپؑ کو جرمانہ کی سزا سنائے اور چونکہ فوری طور پر ادائیگی ممکن نہیں ہوسکے گی اس لئے عدم ادائیگیٔ جرمانہ کی صورت میں وہ حضورؑ کو کم از کم دو راتیں اور ایک دن قید میں رکھ سکے گا۔ اسی لئے اُس نے فیصلہ سنانے والے دن پولیس کا اچھا خاصہ انتظام کر رکھا تھا اور سپاہی کمرۂ عدالت کے اندر بھی متعین تھے۔

مگر اُس کی یہ ساری تدبیر اس طرح خاک میں مل گئی کہ جرمانہ کی رقم مبلغ سات صد روپے صرف ایک دن پہلے حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے احتیاطاً بھجوادیئے تھے جنہیں حضورؑ کے وکیل خواجہ کمال الدین صاحب نے اُسی وقت گن کر عدالت کی میز پر رکھ دیا۔ نوٹ دیکھ کر آتمارام کا رنگ فق ہوگیا اور وہ کھسیانوں کی طرح نوٹوں کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ پھر اچانک بولا کہ ان نوٹوں پر تو کراچی اور مدراس لکھا ہے اس لئے یہ قابل قبول نہیں۔ خواجہ صاحب اُس کی نیت بھانپ گئے اور کہا کہ آپ لکھ دیں کہ سات سو روپے کے کرنسی نوٹ پیش کئے گئے مگر اِس وجہ سے عدالت نے قبول نہیں کئے۔

آتمارام کو علم تھا کہ اُس کا یہ حربہ کارگر نہیں ہوسکے گا کیونکہ حکومت اپنی عملداری کی حدود میں اپنے نوٹوں کا انکار نہ کرسکتی تھی۔ چنانچہ چاروناچار اُسے وہ نوٹ قبول کرنے پڑے اور اُس کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔

آتمارام کے فیصلہ کے خلاف امرتسر کی سیشن کورٹ میں اپیل داخل کی گئی جس پر عدالت عالیہ نے ماتحت عدالت کی طرف سے عائد کردہ تمام الزامات کالعدم کرکے جرمانہ کی تمام رقم واپس کئے جانے کا حکم صادر کیا۔ تاہم آتمارام کو اپنے کئے کی سزا مل گئی۔

جن دنوں وہ اپنا فیصلہ لکھنے والا تھا، اُن دنوں حضور علیہ السلام کو کشفاً دکھایا گیا تھا کہ اُس کی اولاد پر کوئی آفت آنے والی ہے۔ چنانچہ آپؑ نے دیکھا کہ ایک شیر آیا ہے اور وہ آتمارام کے دو لڑکے اٹھا کر لے گیا ہے۔ خدا کی قہری تقدیر یوں ظاہر ہوئی کہ اُس کے دونوں جوان بیٹے (اُس کے فیصلہ سنائے جانے سے قبل ہی) یکے بعد دیگرے طاعون سے ہلاک ہوگئے۔ چنانچہ حضورؑ نے اس مقدمہ کے ضمن میں ایک جگہ رقم فرمایا کہ ’’ڈویژنل جج کی عدالت سے عزت کے ساتھ میں بری کیا گیا اور میرا جرمانہ واپس ہوا مگر آتمارام کے دو بیٹے واپس نہ آئے۔‘‘

حضورؑ نے مزید فرمایا کہ ’’افسوس کہ میرے مخالفوں کو باوجود اس قدر متواتر نامرادیوں کے میری نسبت کسی وقت محسوس نہ ہوا کہ اس شخص کے ساتھ درپردہ ایک ہاتھ ہے جو اُن کے ہر حملے سے اس کو بچاتا ہے۔‘‘

کئی سال بعد جب ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ دہلی تشریف لے جارہے تھے تو آپؓ کو لدھیانہ ریلوے سٹیشن پر آتمارام ملا اور بڑے الحاح سے کہنے لگا کہ دعا کریں کہ اللہ مجھے صبر کی توفیق دے، مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں اور میری حالت ایسی ہے کہ مَیں ڈرتا ہوں کہ مَیں کہیں پاگل نہ ہوجاؤں۔ نیز اب میرا ایک اَور بیٹا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُسے اور مجھے دونوں کو تباہی سے بچائے۔

(بحوالہ مضمون از مکرم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا۔ جنوری، فروری اور مارچ 2011ء)

از مبارک احمد منیر۔ برکینا فاسو

آنحضرت ﷺ کے معجزات

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے اپنے انبیاء دُنیا میں بھیجتا رہا ہے۔ جو نسل انسانی کو اپنے حقیقی معبود کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک بڑی تعداد انکار کرتی ہے اور اُس نبی کی مخالفت کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے مختلف معجزات دکھاتا ہے۔ جن کا ذکر ہمیں قرآن، بائبل اور اسی طرح دوسری کتب سماوی میں کثرت سے ملتا ہے۔ ان معجزات میں رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور آپؐ کے معجزات کا ظہور ہر زمانہ میں ہوتا ہے۔ ہر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے فیض پاکر اولیاء اللہ بھی کرامات دکھاتے چلے آرہے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے معجزات دکھائے ہیں۔ اس مضمون میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بعض معجزات کا ذکر کیا جائے گا جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں کیا ہے۔

معجزہ کی حقیقت

حضرت مسیح موعودؑ معجزہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ ایک اَمر خارق عادت یا ایک اَمر خیال اور گمان سے باہر اور اُمید سے بڑھ کر ایک اپنے رسول کی عزت اور صداقت ظاہر کرنے کے لئے اور اُس کے مخالفین کے عجز اور مغلوبیت جتلانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا اس رسول کی دُعا اور درخواست سے آپ ظاہر فرماتا ہے مگر ایسے طور سے جو اس کی صفات وحدانیت و تقدّس و کمال سے منافی و مغائر نہ ہو اور کسی دوسرے کی وکالت یا کارسازی کا اس میں کچھ دخل نہ ہو۔‘‘

(ازالہ ٔ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 261)

رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی دو اقسام

فرمایا۔ ’’ہمارے نبی ﷺ کے نشان اور معجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپؐ کے قول یا آپؐ کے فعل یا آپؐ کی دُعا سے ظہور میں آئے اور ایسے معجزات شمار کے رو سے قریب تین ہزار کے ہیں اور دوسرے وہ معجزات ہیں جو آنجناب کی اُمّت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے نشانوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گزری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں۔‘‘

(کتاب البریۃ، روحانی خزائن جلد 13 ص 154)

پھر فرمایا۔ ’’آنحضرت ﷺ کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہؓ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور پیش گوئیاں تو شاید دس ہزار سے بھی زیادہ ہوں گی جو وقتوں پر پوری ہوگئیں اور ہوتی جاتی ہیں۔‘‘

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جواب، روحانی خزائن جلد 4 ص 445)

رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ۔

’’جیسے انسان میں قویٰ موجود ہوں انہیں کے موافق اعجاز کے طور پر بھی مدد ملتی ہے جیسے ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کے روحانی قویٰ جو دقائق اور معارف تک پہنچنے میں نہایت تیز و قوی تھے سو انہی کے موافق قرآن شریف کا معجزہ دیا گیا جو جامع جمیع دقائق و معارف الٰہیہ ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 255)

فرمایا۔ ’’خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کو جو معجزہ عطا فرمایا ہے وہ اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم اور اُصول تمدن کا ہے اور اس کی بلاغت اور فصاحت کا ہے جس کا مقابلہ کوئی انسان کر نہیں سکتا اور ایسا ہی معجزہ غیب کی خبروں اور پیشگوئیوں کا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 482)

قرآن کریم کے معجزات کی چار اقسام

فرمایا۔ معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں (1) معجزات عقلیہ (2) معجزات علمیہ (3) معجزات برکات روحانیہ (4) معجزات تصرفاتِ خارجیہ نمبر اول و دو و تین کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن شریف میں سے ہیں اور نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں جن کو ہر یک زمانہ میں ہر یک شخص تازہ بتازہ طور پر چشم دید ماجرا کی طرح دریافت کرسکتا ہے لیکن نمبر چار کے معجزات یعنی تصرفات خارجیہ یہ بیرونی خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں۔ انہیں میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 ص 60)

فرمایا: ’’قرآن معجزات سے بھرا ہے اور خود وہ معجزہ ہے توجہ سے دیکھیں اور پیشگوئیاں تو اس میں دریا کی طرح بہہ رہی ہیں۔ اسلام کے صاحب نے ضُعفِ اسلام کے وقت اسلام کے غالب آنے کی خبر دی۔ سلطنت روم کے غلبہ کی اُن کے مغلوب ہونے کے پہلے خبر دی شق القمر کا معجزہ بھی موجود ہے۔‘‘

(جنگِ مقدس، روحانی خزائن جلد 6 ص 279)

رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی کے جاری رہنے کا معجزہ

فرمایا۔ ’’ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہوگئی اور معجزات نابود ہوگئے اور اُن کی اُمت خالی اور تہی دست ہے۔ صرف قصّے اُن لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت ﷺ کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرفِ اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کا خدا زندہ ہے۔‘‘

(چشمہ ٔ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 ص 351)

شاہ ایران کا معجزانہ طور پر قتل ہونا

فرمایا۔ ’’جب شاہ ایران نے ہمارے نبی ﷺ کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کردیا ہے۔‘‘ (چشمہ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 ص 353)

رسول اللہ ﷺ کے معجزات

فرمایا: ’’دُعائے آنحضرت ﷺ سے خدائے تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ دوسرے وہ تصرف جو خدائے تعالیٰ نے جناب ممدوح کی دُعا سے زمین پر کیا اور ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے ہڈیوں کو پیس کر کھایا۔ تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت ﷺ کو شرِّکفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروزِ ہجرت کیا گیا یعنی کفار مکہ نے آنحضرت کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے اُس پاک نبی کو اِس بدارادہ کی خبر دے دی اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر فتح و نصرت واپس آنے کی بشارت دی۔ بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلا منجانب اللہ ظاہر ہوا۔ اس مصیبت کی حالت میں جب آنحضرت ﷺ ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا۔ تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا۔ جانبازی کے طور پر آنحضرت ﷺ کے بستر پر باشارہ نبوی اس غرض سے مُونہہ چھپا کر لیٹ رہا کہ تا مخالفوں کے جاسوس آنحضرت ﷺ کے نکل جانے کی کچھ تفتیش نہ کریں اور اُسی کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں......... سو جب آنحضرت ﷺ اپنے اس وفادار اور جانثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد ان نالائق بدباطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پاکر قتل کر ڈالیں......... اس پُرخطر سفر میں وہ مولیٰ کریم ساتھ تھا جس نے اپنے......... اس پیارے بندہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑے بڑے عجائب تصرف اس راہ میں دکھلائے جو اجمالی طور پر قرآن شریف میں درج ہیں مجملہ ان کے ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے سو خدائے تعالیٰ نے جیسا کہ سورۃ یٰسین میں اس کا ذکر کیا ہے ان سب اشقیا کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا......... ایک یہ کہ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی معصوم کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ امر خارق عادت دکھلایا کہ باوجودیکہ مخالفین اُس غار تک پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ معہ اپنے رفیق کے مخفی تھے مگر وہ آنحضرت ﷺ کو دیکھ نہ سکے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ایک کبوتر کا جوڑا بھیج دیا جس نے اسی رات غار کے دروازہ پر آشیانہ بنا دیا اور انڈے بھی دے دیئے اور اسی طرح اذن الٰہی سے عنکبوت نے اُس غار پر اپنا گھر بنا دیا جس سے مخالف لوگ دھوکا میں پڑ کر

ناکام واپس چلے گئے۔ از آنجملہ ایک یہ کہ ایک مخالف جو آنحضرت ﷺ کے پکڑنے کے لئے مدینہ کی راہ پر گھوڑا دوڑائے چلا جاتا تھا جب وہ اتفاقاً آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو جناب ممدوح کی بد دُعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سُم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا........چوتھی وہ تصرف اعجازی کہ جب دُشمنوں نے اپنی ناکامی سے منفعل ہوکر لشکر کثیر کے ساتھ آنحضرت ﷺ پر چڑھائی کی .... تب اللہ جلّ شانہٗ نے جناب موصوف کے ایک مُٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقامِ بدر میں دُشمنوں میں ایک تہلکہ ڈال دیا اور اُن کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور خدائے تعالیٰ نے اُن چند کنکریوں سے مخالفین کے بڑے بڑے سرداروں کو سراسیمہ اور اندھا اور پریشان کر کے وہیں رکھا اور اُن کی لاشیں اُنہیں مقامات میں گرائیں جن کے پہلے ہی سے آنحضرت ﷺ نے الگ الگ نشان بتلا رکھے تھے۔ ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات و تصّرفاتِ الٰہیہ کا (جو خارق عادت ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائین جلد 2ص 64-67)

جنگ بدر میں معجزہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مُٹھی کفار پر چلائی اور وہ مُٹھی کسی دُعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مُٹھی نے خدائی طاقت دِکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی اُن میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اَندھوں کی طرح ہوگئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی اُن میں پیدا ہوگئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ (الانفال: 18) یعنی جب تُو نے اُس مُٹھی کو پھینکا وہ تُو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5ص 65)

شق القمر کا معجزہ اور اس کی حقیقت

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''دوسرا معجزہ آنحضرت ﷺ کا جو شق القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کہ کوئی دُعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت ﷺ نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دُعا نہ تھی۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5ص 66)

پھر فرمایا ''شق القمر دراصل ایک قسم کا خسُوف ہی تھا اور آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے ہوا۔'' (ملفوظات جلد 2ص 42)

شق القمر کے معجزہ میں حکمت

''آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی شق قمر کی یہی حکمت تھی کہ جن کو پہلی کتابوں کے علم کا نور ملا تھا وہ لوگ اس نور پر قائم نہ رہے اور ان کی دیانت اور امانت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ سو اس وقت بھی آسمان کے شق القمر نے ظاہر کر دیا کہ زمین میں جو لوگ نور کے وارث تھے اُنہوں نے تاریکی سے پیار کیا ہے''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11ص 295)

رسول اللہ ﷺ کے متفرق معجزات

فرمایا: ''کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اُونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا اُن سے شکم سیر کر دیا اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اُس کو نہایت شیریں کر دیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر اُن کو اچھا کر دیا اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5ص 66)

آنحضرت ﷺ کے چار بڑے معجزے

فرمایا۔ ''آنحضرت ﷺ کا کروڑ معجزوں سے بڑھ کر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آئے تھے اُسے پورا کر گئے۔ یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی۔ حضرت موسیٰؑ بھی رستے ہی میں مر گئے اور حضرت مسیح کی کامیابی تو اُن کے حوّاریوں کے سلوک سے ہویدا ہے۔ ہاں آپؐ کو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (النّصر: 3) یعنی دینِ اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ۔ تبدیلِ اخلاق ہے کہ یا تو وہ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف: 180) چارپایوں سے بھی بدتر تھے یا يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (الفرقان: 65) رات دن نمازوں میں گزارنے والے ہو گئے۔

تیسرا معجزہ۔ آپؐ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کُل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم ﷺ کا چشمۂ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے پی کر ایک مسیح موعود اس اُمّت میں ظاہر ہوا۔ چوتھی یہ بات بھی آپؐ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لئے اس کی قوم ہر وقت دُعا نہیں کرتی مگر آنحضرت ﷺ کی اُمّت دُنیا کے کسی نہ کسی حصّہ میں نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالماتِ الٰہی ہے جو اس اُمّت کو دیا جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 205)

آنحضرت ﷺ کے اخلاقی معجزات

فرمایا: ''ایک خوارق تو شقّ القمر وغیرہ کے علمی رنگ کے ہیں اور دوسرے حقائق و معارف کے۔ تیسرا طبقہ معجزات کا اخلاقی معجزات ہیں۔ اخلاقی کرامت میں بہت اثر ہوتا ہے۔ فلاسفر لوگ معارف اور حقائق سے تسلی نہیں پا سکتے۔ مگر اخلاقِ عظیمہ اُن پر بہت بڑا اور گہرا اثر کرتے ہیں۔ حضور سیّد المرسلین ﷺ کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پُکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر خود حضور پر آپڑا ہے۔ اُس نے کہا۔ اے محمد ﷺ! بتا، اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے پورے اطمینان اور سچّی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اللہ۔ آپ ﷺ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدا تعالیٰ کا ایک ذاتی اِسم ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے .... الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپ ﷺ کے منہ سے نِکلا کہ اُس پر رُعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی حضرت ﷺ نے وُہی تلوار اُٹھا کر کہا کہ اب بتلا۔ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت ﷺ نے اپنے اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ دکھایا اور کہا۔ جا تجھے چھوڑ دیا اور مروّت اور شجاعت مُجھ سے سیکھ۔ اِس اخلاقی معجزہ نے اُس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا............

اسی طور پر آنحضرت ﷺ کے اخلاقی معجزات میں ایک اور معجزہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک وقت بہت سی بھیڑیں تھیں۔ ایک شخص نے کہا۔ اس قدر مال اس سے پیشتر کسی کے پاس نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے وہ سب بھیڑیں اُس کو دے دیں۔ اُس نے فی الفور کہا کہ لاریب آپ ﷺ سچّے نبی ہیں سچے نبی کے بغیر اس قسم کی سخاوت دوسرے سے عمل میں آنی مشکل ہے۔ الغرض آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ ایسے تھے کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: 5) قرآن میں وارد ہوا۔'' (ملفوظات جلد 1ص 63-64)

رؤیا کے ذریعہ ہدایت ملنا بھی رسول اللہ ﷺ کا معجزہ ہے

فرمایا۔ ''جو لوگ فطری اُمور کی استعداد نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ اُن کو بذریعہ رؤیا کے سمجھا دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات میں سے بھی یہ بات تھی کہ لوگ رؤیا دیکھتے اور بعض وہ تھے جو کہ آپؐ کے جود و سخا کو دیکھ کر ایمان لائے۔'' (ملفوظات جلد 3ص 334)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

''مَیں ہمیشہ تعجّب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ﷺ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وُہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اس کی زندگی میں اُس کو دیں۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 118)

از حلیم خان شاہد۔انڈیا

سلطان القلم حضرت مسیح موعودؑ کے وہ آخری سال

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

قرآن کی تعلیمات کے مطابق چار بڑی اقسام ثابت ہوتی ہیں۔1۔نفس اور شیطان کے خلاف جہاد 2۔ جہاد بالقرآن یعنی دعوت و تبلیغ3۔ جہاد بالمال 4۔جہاد بالسیف (دفاعی جنگ) اور الحمد للہ جماعت احمدیہ کسی بھی جہاد کے میدان میں پیچھے نہیں بلکہ اتنی آگے ہے کہ کوئی دوسرا اس کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔خواہ وہ اصلاح نفس کا جہاد ہو یا دعوت تبلیغ قرآن کا۔ وہ مالی جہاد ہو یا جہاد بالسیف۔ ہرمیدان میں اس جماعت نے کامیابیوں کے وہ جھنڈے نصب کئے ہیں کہ دشمن بھی اس کے معترف ہیں۔ والفضل ماشھدت به الاعداء بعض پڑھنے والے اس سوچ میں ہو نگے کہ جہاد بالسیف کے ذریعہ جماعت نے کب اور کیوں اپنا عمل دکھایا تو ان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے جہاد بالسیف کو منسوخ قرار نہیں دیا بلکہ آنحضرت کی پیشگوئی کے مطابق اس کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے عارضی التوا کا اعلان فرمایا۔ اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر جہاد بالسیف کی شرائط موجود ہوں تو پھر یہ جہاد بھی ضروری ہے۔ آپؑ نے واضح فرمایا۔

’’گر دشمن باز نہ آئیں تو تمام مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے جنگ کریں‘‘۔

(نورالحق حصہ اول۔روحانی خزائن جلد 8 ص 62)

اس کی مختصری جھلک ہم نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جب حالات تبدیل ہوتے دیکھے۔ چنانچہ پاکستان کے ہر مشکل وقت میں احمدی مجاہدین نے شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ الحمد للہ لیکن اس وقت جو حالات تھے وہ حالات حضرت مسیح موعودؑ کے دور کے حالات سے بالکل منفرد تھے یعنی ایک امن اور آزادی بھرا ماحول تھا اس لئے آپؑ نے فرمایا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

آپؑ نے آنحضرت کی پیشگوئی کے مطابق یضع الحرب کے حکم کو صادر کیا اور فرمایا کہ ہمارے دین کی اشاعت کے لئے اب جنگوں کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ امرواقعہ ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے حضور نے بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ اسلام کی ساری جنگیں دفاعی تھیں۔ لیکن اب وہ حالات نہیں جو نبی پاک کے زمانہ میں ہجرت کے بعد تھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

’’جن قوموں سے ہمارے نبی کا واسطہ پڑا ان کو مذہبی امور میں دلائل سننے یا دلائل سنانے سے کچھ غرض نہ تھی بلکہ انہوں نے اُٹھتے ہی تلوار کے ساتھ اسلام کو نابود کرنا چاہا اور عقلی طور پر اس کے ردّ کرنے کے لئے قلم نہیں اُٹھائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کی کوئی ایسی کتاب نہیں پاؤ گے جس میں اسلام کے مقابل پر عقل یا نقل کے رنگ میں کچھ لکھا گیا ہو کہ وہ لوگ صرف تلوار سے ہی غالب ہونا چاہتے تھے اس لئے خدا نے تلوار سے ہی ان کو ہلاک کیا مگر ہمارے اس زمانہ میں اسلام کے دشمنوں نے اپنے طریق کو بدل لیا ہے اور اب کوئی مخالف اسلام کا اپنے مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھاتا اور یہی حکمت ہے کہ مسیح موعود کے لئے یضع الحرب کا حکم آیا یعنی جنگ کی ممانعت ہو گی اور تلوار کی لڑائیاں موقوف ہوگئیں۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 92، 93)

آپؑ نے اس امر کو اپنے اشعار میں یوں بیان فرمایا۔

اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

چنانچہ حضورؑ کے دور میں ہرمذہب والوں نے اسلام کے خلاف ایک خطرناک جنگ شروع کر رکھی تھی اور اس میدان جنگ میں نیزہ ہائے قلم لے کر نکلے تھے اس کے جواب میں مسیح آخر الزماں نے کیا ہتھیار لیا۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم رکھا اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا۔ اس میں یہی سرہے کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 214)

نیز ایک مقام پر آپؑ نے فرمایا۔

’’اور اب قلمی لڑائیوں کا وقت ہے اور چونکہ ہم قلمی لڑائیوں کے لئے ہیں اس لئے بجائے لوہے کی تلوار کے لوہے کی قلمیں ہمیں ملی ہیں۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 93)

نیز آپؑ فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ میں جہاد ،روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔‘‘

(مکتوبات بنام حضرت میر ناصر صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ 66 مؤلفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل ہلال پوریؓ)

دوستو! جب تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں حضرت مسیح موعودؑ امن اور سلامتی کا پیغام پہنچانے کے لئے کس طرح دلائل اور براہین کے ساتھ فریق مخالف کے ساتھ ہر روز مذاہب عالم کے میدان کارزار میں فتح نصیب جرنیل کے طور پر قلم کے ذریعہ چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ ایک ایسا جہاد جو نہ صرف قلب و ذہن کو مطمئن کرتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دلوں میں ایک پاک روحانی انقلاب بھی برپا کرتا ہے۔ جس میں ہرمذہب وملت کے تعلق رکھنے والے کے لئے اسلام کا زندگی بخش پیغام ہے۔ آپؑ نے اپنی پوری زندگی میں اس قلمی جہاد کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہی جس طرح اللہ تعالیٰ الہاماً آپؑ کو بتایا تھا کہ:

’’میں ہرمیدان میں تیرے ساتھ ہوں گا اور ہر ایک مقابلہ میں روح القدس سے میں تیری مدد کروں گا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 241)

یہ تائید ونصرت کا سلوک آپؑ کے ساتھ ہمیشہ رہا ان بے شمار قلمی جہاد کو اس مختصر مضمون میں بیان کرنا ایک بہت ہی مشکل امر ہے صرف آخری سال میں جو آپ نے قلمی جہاد بیماری اور ضعف کے باوجود سرانجام دیئے اس کا مختصر خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ وباللہ توفیق

مؤرخہ 27۔اپریل 1908ء کو الٰہی اذن سے حضرت اقدسؑ لاہور تشریف لے گئے۔ قیام لاہور کے دنوں میں حضورؑ کو بہت مصروفیات رہا کرتی تھیں تقریر اور تحریر کے ساتھ ساتھ خلق خدا کا تانتا بندھا رہتا اور رجوع کا یہ عالم تھا کہ باوجود مخالفانہ کوششوں اور سخت روکوں کے لوگ جوق در جوق لوہے کی طرح اس مقناطیس کی طرف کھینچے چلے آتے اور اپنے علم و ذوق کے مطابق سوالات کرتے اور جواب پاتے تھے۔ لاہور میں حضرت مسیح موعودؑ کی مصروفیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اے فرماتے ہیں۔

’’الغرض حضورؑ کا قیام لاہور ایسے ہی حالات کا مجموعہ اور اسی قسم کی مصروفیات کا مرکز تھا۔ حق وحکمت کے خزائن لٹا کرتے اور علم ومعرفت کے موتی بٹا کرتے تھے اور اگرچہ اس سفر کا عرصہ بالکل محدود، زیادہ سے زیادہ صرف ایک ماہ تھا مگر اس سفر کے نقشہ پر بحیثیت مجموعی غور کرنے سے ایک ایسی پرکیف کیفیت نمایاں طور سے نظر آنے لگتی ہے جیسے کوئی یکہ وتنہا مسافر کسی لمبے بے آب وگیاہ اور سنسان ویرانے کے سفر کو جلد جلد طے کر کے منزل مقصود پر پہنچنے کی انتھک اور سرگرم کوشش میں لگ رہا ہو یا کوئی جری ہو بہادر جانباز جرنیل چاروں طرف سے خونخوار دشمنوں کے گھیرے میں پھنسا ہوا دائیں بائیں اور آگے پیچھے کے واروں کو بچاتا، ان کا حلقہ توڑ کر شیر نر کی طرح حملے کرتا اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف ہو، بعینہٖ یہی حال حضورؑ کی تبلیغی کوششوں، سرگرمیوں اور مساعی جمیلہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا تھا اور ایسا نظر آتا تھا کہ گویا حضورؑ کی ساری زندگی کا نچوڑ اور سارے مقاصد اور

سلسلہ کے اہم مسائل اور خصوصی عقائد کی تکمیل کا یہ سفر ایک مجموعہ اور خلاصہ تھا اور یہ کہ حضورؑ ان ایام کو غنیمت جان کر ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ انہماک اور مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ کوئی لحہ فارغ نہ جاتا تھا اور حضور کی پوری توجہ اور ساری کوشش وسیع تبلیغ اور اشاعت ہی پر مرکوز تھی اور کم از کم پچیس مختلف صحبتوں اور تقاریر کا ذکر تو اخبارات میں موجود ہے۔ کتنی تقاریر اور ڈائریاں میری کوتاہ قلمی یا غیر حاضری کی نذر ہوئیں یا کتنی صحبتوں میں شرکت سے دوسرے ڈائری نویس محروم رہے اس بات کا علم اللہ کو ہے اور اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ بہت کچھ لکھنے سے رہ جایا کرتا تھا مجھے خود اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ بہت سے وہ معارف اور حقائق جو حضورؑ سیر کے وقت بیان فرمایا کرتے، میں اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کی وجہ سے صفحہ قرطاس پر نہ لاسکا... خلاصہ یہ کہ حضورؑ کی ساری حیات طیبہ، انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ جہاں خدا کے نام کے جلال کے اظہار، اس کے رسول ﷺ کے صداقت وعظمت کے اثبات اور اس کی مخلوق کی بہتری و بہبودی کے لئے وقف تھیں وہاں خصوصیت سے حضور کی پاکیزہ زندگی کے یہ آخری ایام انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ کی سچی تفسیر اور مصدقہ نقشہ تھا۔

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ نمبر 393، 394)

قارئین کرام! یہ وہ مسیح تھا جس کا کوئی بھی وقت ضائع نہیں ہوا ہرلحہ اسلام کی تبلیغ اور تحریر وتصنیف میں مشغول رہے۔ ان بہترین تصانیف میں سے ایک چشمہ معرفت تھی جو آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں تصنیف فرمائی۔ آیئے اس جامع کتاب کی خوبی و تصنیف کے تعلق سے کچھ مختصر تاریخ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

چشمہ معرفت کی تصنیف

’’آریہ سماج نے اپنی مذہبی کانفرنس میں اسلام اور آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم پر ناپاک حملے کئے تھے۔ اور گو آریہ سماج نے جب اس کانفرنس کے مضامین شائع کئے تو اس میں سے قابل اعتراض حصّے حذف کر دیئے۔ مگر جن گندی باتوں کو ہزاروں افراد نے سنا ان کا ازالہ کرنا ازبس ضروری تھا۔ لہٰذا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے شروع جنوری 1908ء میں ہی اس کے جواب میں ’’چشمہ معرفت‘‘ کے نام سے ایک مبسوط اور جامع کتاب تالیف فرمادی جو 15مئی 1908ء کو شائع ہوئی۔ یہ کتاب اپنے نام کی طرح معرفت کا ایسا پاک چشمہ ہے جس سے اسلام کی خوبیاں اور کمالات بحر مواج کی طرح دکھائی دیتی ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 513)

نیز اس کی خصوصیت میں یہ شامل ہے کہ اس میں بہت سے مضمون نہایت جامعیت سے چند سطروں میں آجاتے ہیں اور چند سطروں کے بعد ایک نیا مضمون سامنے آجاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر ایک حصہ ان دعاوی کے رد میں فرمایا جو ڈاکٹر بھاردواج سیکرٹری آریہ سماج لاہور نے وید کے بارے میں کئے تھے اور دوسرا حصہ ان حملوں کے رد میں جو قرآن اور آنحضرت ﷺ پر کئے گئے تھے اور اس طرح حضورؑ نے اس کتاب میں اسلام کے زندہ ہونے کے متعلق تمام غیر مذاہب والوں کو چیلنج کیا اور فرمایا۔

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ نمبر 339تا340)

گویا کہ تبلیغ اسلام کے لئے آپؑ نے ہر مذاہب والوں کو چیلنج دیا اور ہمہ تن اس فریضہ کی تکمیل کے لئے دن رات ایک کئے اس بات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ:

’’30۔اپریل 1908ء حضورؑ کے قیام لاہور کا پہلا دن تھا جب کہ ابھی پوری طرح یکسوئی اور سکون میسر نہیں آسکا تھا اس دن سے ہی حضورؑ نے پوری قوت سے پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 5287)

اور یہ قوت ہمیں حضورؑ کے آخری ایام میں اور زیادہ تیزی پیدا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تاریخ میں آتا ہے کہ آپؑ آخری ایام میں لاہور میں تحریر وتبلیغ میں اس طرح مصروف رہتے تھے کہ گویا عظیم فاتح جرنیل ہے جو ایک دوسری منزل پر روانہ ہونے سے قبل اپنا کام تیزی سے ختم کرنے کی فکر میں دن رات ایک کئے ہوتا ہے آپؑ کمزوری اور ضعف کے باوجود ہمیشہ تقریر اور تحریر میں مصروف رہتے۔ ان ہزاروں تکالیف میں سے دو کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت مہتہ عبدالرحمٰن قادیانیؓ فرماتے ہیں:

’’17مئی 1908ء کی صبح کو مکرمی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے چند معزز تعلیمیافتہ رؤساء لاہور کی دعوت کی تھی اور حضرت اقدسؑ سے اس موقع پر کچھ تقریر کرنے کی بھی درخواست کی تھی چنانچہ حضرت اقدسؑ نے اس کو منظور بھی فرمالیا تھا۔ 16 کی رات کو حضرت اقدسؑ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور متواتر چند دست آجانے کی وجہ سے بہت ضعف ہوگیا چنانچہ 17 کی صبح کو جب حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام بیدار ہوئے تو یہ الہام ہوا اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ چنانچہ اس وعدہ الٰہی سے طاقت پا کر حضرت اقدسؑ نے اس موقع پر قریباً اڑھائی گھنٹہ تک کھڑے ہو کر بڑی پُر زور تقریر فرمائی۔‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 639، الحکم نمبر 35 جلد 12 مورخہ 30مئی 1908ء صفحہ 1)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد کپورتھلویؓ ایک جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کو خارش کی بہت سخت شکایت ہوگی تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے۔ لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔ علاج بھی برابر کرتے تھے مگر خارش دور نہ ہوتی تھی... ایک دن میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ بالکل صاف ہیں مگر آپؑ کے آنسو بہہ رہے ہیں... میں نے جرأت کرکے پوچھا کہ حضور آج خلاف معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دل میں ایک معصیت کا خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ نے کام تو اتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور ادھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اس پر مجھے الہام ہوا

’’ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے‘‘

اس سے میرے قلب پر بے حد رقت اور ہیبت طاری ہے کہ میں نے ایسا خیال کیوں کیا۔ ادھر تو یہ الہام ہوا مگر جب اٹھا تو ہاتھ بالکل صاف ہوگئے اور خارش کا نام ونشان نہ رہا۔ ایک طرف اس پُرشوکت الہام کو دیکھتا ہوں دوسری طرف اس فضل اور رحم کو تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے رحم اور کرم کو دیکھ کر انتہائی جوش پیدا ہوگیا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 685، الحکم جلد 37 نمبر 12 مورخہ 7۔اپریل 1934ء صفحہ 4)

قارئین کرام!

یہ عظیم فاتح جرنیل ان تکالیف کے باوجود قلمی جہاد میں ہمیشہ مصروف رہتا۔ ان مصروفیت کے ایام میں آپؑ نے آخری سال میں جو قلمی جہاد کی اس کا ایک خوبصورت نقشہ تصنیف ’’پیغام صلح‘‘ میں بھی نظر آتا ہے۔ آیئے اس کتابچہ کے تعلق سے کچھ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

پیغام صلح کی تصنیف

’’پیغام صلح‘‘ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا دنیا کے لئے اپنا آخری پیغام ہے اور مشیت الٰہی میں جتنا حصہ لکھا جانا تھا وہ جب تک پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا حضورؑ کی وفات نہیں ہوئی۔ اس معرکہ آراء مضمون میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام نے برصغیر کی دو بڑی قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں میں صلح اور آشتی پیدا کرنے کے لئے ایک دردمندانہ اپیل کی ہے اور زریں لائحہ عمل اور معاہدہ کی تجویز فرمایا ہے۔‘‘

معاہدہ کی تجویز:

’’چنانچہ حضورؑ نے اس میں خدا تعالیٰ کی عالمگیر صفت ربوبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد ہندوؤں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہندو اور آریہ صاحبان اگر ہمارے نبی ﷺ کو خدا کا سچا نبی مان لیں اور آئندہ توہین وتکذیب چھوڑ دیں تو میں سب سے پہلے اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے پر تیار ہوں کہ ہم احمدی سلسلہ کے لوگ ہمیشہ وید کے مصدق ہوں گے اور وید اور اس کے رشیوں کا تعظیم اور محبت سے نام لیں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہوگی ہندو صاحبوں کی خدمت میں ادا کریں گے۔ اور اگر ہندو صاحبان دل سے ہمارے ساتھ صفائی کرنا

چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی اقرار لکھ کر اس پر دستخط کردیں اور اس کا مضمون بھی یہ ہوگا کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو سچا نبی اور رسول سمجھتے ہیں اور آئندہ آپ کو ادب اور تعظیم کے ساتھ یاد کریں گے جیسا کہ ایک ماننے والے کے مناسب حال ہے۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ایک بڑی رقم تاوان کی جو تین لاکھ روپے سے کم نہیں ہوگی احمدی سلسلہ کے پیش رو کی خدمت میں پیش کریں گے۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 534)

ان تجویز کے ساتھ ساتھ حضورؑ نے صاف صاف لفظوں میں لکھا کہ "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔"

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ۔459، کمپیوٹرائزڈ، پیغام صلح)

اس کتابچہ کی اہمیت کے بارے میں قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ فرماتے ہیں:

"خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے آخری دو تین روز ایک ایسی اہم اور مہتم بالشان تصنیف میں مصروف رہے جس میں نسل انسانی کے لئے بے نظیر اور فقید المثال خدمت کا مواد اور امن عالم کے قیام کی تجاویز درج ہیں جس کا نام اس شہزادہ صلح وآشتی اور امن وسلامتی نے مضمون کی مناسبت اور وقت کی ضرورت کے لحاظ سے "پیغام صلح" تجویز فرمایا۔"

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ نمبر 407)

"حضور کا یہ آخری مقدس پیغام عوام تک پہنچانے کے لئے 21جون 1908ء کو پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور نے رائے پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ کی زیرصدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں خواجہ کمال الدین نے "پیغام صلح" کا مضمون نہایت بلند آواز اور موثر لہجے میں پڑھا جسے حاضرین نے بہت سراہا۔ اندرون ملک میں "پیغام صلح" کی مقبولیت اور پسندیدگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود ہندوؤں نے اس کی تائید کی اور اس پر عمدہ رائے کا اظہار کیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 536)

ان عمدہ رائے میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے جن کو تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 536 تا 537 سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ چنانچہ اخبار (ہندو پیٹریٹ) مدراس نے لکھا۔

"وہ عظیم الشان طاقت اور اعلیٰ درجہ کے ہمدردی جو قادیان کے بزرگ کے اس آخری پیغام صلح سے ظاہر ہوتی ہے یقیناً ایک خاص امتیاز کے ساتھ اسے ایک عظیم الشان انسان ثابت کرتی ہے... ایسی اپیل ایسے عظیم الشان انسان کی طرف سے یونہی ضائع نہیں جانی چاہئے اور ہر ایک محب وطن ہندوستانی کا مدعا ہونا چاہئے کہ وہ مجوزہ صلح کو عملی رنگ پہنانے کی کوشش کرے۔"

(ریویو آف ریلیجنز اردو 1908ء صفحہ نمبر 440 تا 444)

ایک غیر مسلم دوست پی بی سنگھ نے لکھا:

"کتاب پیغام صلح نے مجھ پر حیرت انگیز اثر کیا ہے۔ میں اسلام کو اچھا مذہب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسلام کے متعلق مسلمانوں کا جو تھوڑا بہت لٹریچر میں نے مطالعہ کیا ہے اس سے بھی مجھ پر یہی اثر ہوا تھا کہ اسلام جارحانہ مذہب ہے میں اسے کبھی رواداری کا مذہب نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ اب سمجھتا ہوں"

(بحوالہ الفضل 29مارچ1940ء صفحہ 2 کالم2)

مسٹر برہم دت ڈیرہ دون نے لکھا:

"چالیس برس پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی بھی ہندوستان کے افق سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے 1891ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ "پیغام صلح" کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کے مختلف قوموں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری اخوت اور محبت کے روح پیدا ہو۔

بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابل قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردے میں سے دیکھا اور (صحیح) راستہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔"

(اخبار فرنٹیر میل 22دسمبر 1948ء بحوالہ تحریک احمدیت ص12،13 مؤلفہ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی قادیان)

چنانچہ "پیغام صلح" کو مغربی ممالک میں خاص عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ مشہور رسالہ "ریویو آف دی ریویوز" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"یہ پیغام ایک سنہری پل کا کام دے سکتا ہے جس پر سے ہو کر مسلمانان ہند و قانون اساسی کے خیمے میں پہنچ سکتے ہیں۔ پیغام صلح شروع میں ہی تمام ہندوستانیوں کے ایک ہونے کو تسلیم کرتا ہے... وہ بات جس سے اس کی خواہش کی سچائی ثابت ہوتی ہے کہ تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے مان کر مذہبی اتفاق اور اتحاد کی بنیاد رکھی جائے اس پیغمبر صلح کی یہ نرالی تجویز ہے۔"

(بحوالہ ریویو آف ریلیجنز اردو 1908ء صفحہ نمبر 438 تا 440)

گو کہ اس نرالی تجویز کا دوست تو دوست غیر بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

قارئین کرام: ایسا ہی قلمی جہاد کا ایک نقشہ 23 مئی 1908ء کی تاریخ میں ملتا ہے۔

اخبار عام کی غلط رپورٹ اور حضورؑ کی تردید

اخبار عام 23 مئی 1908ء نے حضورؑ کے پبلک لیکچر کی خبر دیتے ہوئے یہ غلط رپورٹ شائع کی کہ گویا حضور نے جلسہ میں اپنی نبوت سے انکار کیا ہے جس پر حضورؑ نے اسی دن ایڈیٹر صاحب اخبار عام کو ایک مفصل تردیدی خط لکھا کہ:

"اس جلسہ میں میں نے صرف یہ تقریر کی تھی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ، علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتدا اور متابعت سے باہر ہوجاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ اس سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا ہے... میں خود ستائی سے نہیں بلکہ خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں اور کوئی امر ایسے پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا بس اسی بناء پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ نمبر 531-532)

یہ تھی وہ آخری تحریر جو خدا کے اس برگزیدہ نے لکھی لیکن مشیت الٰہی کے تحت یہ خط آپؑ کی وفات کے بعد شائع کیا گیا۔

پیارے دوستو:

حضرت مسیح موعودؑ نے آخری دنوں میں قیام لاہور کے دوران صرف تصنیف کے ذریعہ سے ہی اتمام حجت نہیں فرمائی بلکہ حضورؑ نے ان دنوں میں تبلیغ و تقریر کے ذریعہ بھی اتمام حجت کیا جس میں گوروہرسہائے ضلع فیروزپور میں باوانانکؒ کے تبرکات میں قرآن شریف کا انکشاف اور اس کے ذریعہ ہندو اور سکھ اصحاب پر اتمام حجت، اسی طرح سر جیمز ولسن صاحب فنانشل کمشنر پنجاب کا دورہ قادیان اور آپؑ کی ان کے ساتھ ملاقات اور گفتگو 7۔اپریل 1908ء کو ایک امریکن سیاح مسٹر جارج ٹرنر کی قادیان میں آمد آپؑ کی ان سے ملاقات اور سوال و جواب کا ایک سنہرا ماحول پیدا ہوجانا شامل ہے۔ سوال و جواب کی محفل کے دوران موصوف کا سوال کہ آپؑ نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی کیا سچائی ہے؟ اس کے جواب میں حضورؑ نے فرمایا:

"خود آپ اتنے دور دراز ممالک سے یہاں اک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ہماری صداقت کی ایک بھاری دلیل ہے کیونکہ ایسے

وقت میں جب کہ ہم بالکل گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا یاتون من کل فج عمیق و یاتیک من کل فج عمیق ''یعنی اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہوجائیں گے اور خدا کی مدد ایسی راہوں سے آئے گی کہ وہ لوگوں کے بہت چلنے سے گہرے ہوجائیں گے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 519)

اسی طرح 2 مئی 1908ء کو شہزادہ سلطان ابراہیم صاحب سے حضورؑ کی ملاقات اور آپؑ کا ان کو فارسی میں تبلیغ کرنا بھی شامل ہے نیز 12 مئی 1908ء انگلستان کے ماہر ہیئت دان پروفیسر ریگ سے حضورؑ کی ملاقات ہوئی جس میں پروفیسر صاحب نے آپؑ سے بہت سے سوالات کئے اور آپؑ نے ان تمام سوالات کے نہایت لطیف، مسکت اور جامع جوابات دیئے جنہیں سن کر مسٹر ریگ ازحد متاثر ہوئے اور حضورؑ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ:

''مجھے اپنے سوالات کا جواب کافی اور تسلی بخش ملنے سے بہت خوشی ہوئی اور مجھے ہر طرح سے کامل اطمینان ہوگیا اور یہ اطمینان دلانا خدا کے نبی کے سوا کسی میں نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 528تا529)

اسی طرح 17 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک پبلک لیکچر کے ذریعہ روسائے لاہور کو تبلیغ کی، اس جلسہ دعوت میں لاہور کے بڑے بڑے روساء، امراء، وکلاء، بیرسٹر اور اخبار کے ایڈیٹر مدعو تھے جن میں سے اکثر غیر احمدی تھے۔ حضرت اقدسؑ کی بے نظیر تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 2صفحہ نمبر 530)

یہ مختصر سی جھلک تھی اس جہاد کی جو آپؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں سرانجام دیئے گو کہ آپؑ نے پوری زندگی تبلیغ و اشاعت میں صرف کی آخر میں وہ وقت بھی آپہنچا کہ اس برگزیدہ وجود نے اس دنیا کو الوداع کہا اس جیسے بین الاقوامی شخصیت کا انتقال جس نے مذہبی دنیا میں اپنے فولادی قلم زبردست مقناطیسی جذب وکشش، مقدس تعلیمات اور غیر معمولی قوت قدسی کے ساتھ ربع صدی سے زائد عرصے تک تہلکہ مچا رکھا کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا جس پر خاموشی اختیار کی جاسکتی۔ ادھر یہ چونکا دینے والی خبر سنی گئی ادھر ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پریس میں ایک شور پڑ گیا اور اخبارات نے حضورؑ کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اُن اخبارات میں مسلمان، ہندوؤں اور عیسائی وغیرہ ہر قسم کے مکتبہ خیال کے لوگ شامل تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 559تا560)

ان میں سے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے۔ اخبار وکیل امرتسر نے لکھا: ''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگاں خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی دنیا سے اٹھ گیا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ نمبر 560)

نیز لکھتا ہے کہ:

''غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 561)

☆ ''علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ'' علی گڑھ نے لکھا کہ:

''مرحوم ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے۔ 1874ء سے 1876ء شمشیر قلم عیسائیوں، آریوں اور برہمو صاحبان کے خلاف خوب چلایا۔ آپ نے 1880ء میں تصنیف کا کام شروع کیا۔ آپ کی پہلی کتاب اسلام کے ڈیفنس میں تھی جس کے جواب کے لئے آپ نے دس ہزار روپے انعام رکھا تھا...آپ نے اپنی تصنیف کردہ 80 کتابیں پیچھے چھوڑی ہیں جس میں سے 20عربی زبان میں ہیں...بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

☆ اسی طرح ''صادق الاخبار'' ریواڑی نے لکھا کہ:

''مرزا صاحب نے اپنی پُرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔''

(بحوالہ تشخیذ الاذہان جلد 3 نمبر10 صفحہ382، تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 565)

☆ ''کرزن گزٹ'' دہلی کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے لکھا کہ:

''اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجابی بلکہ بلندی ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں...اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارت پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔''

(سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ نمبر 183)

☆ اسی طرح غیر مسلم اخبارات میں سے ''میونسپل گزٹ'' نے لکھا کہ:

''مرزا صاحب علم، وفضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔ تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں ان کی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 566)

☆ ''جیون تت'' میں دیوسماج کے سیکرٹری نے لکھا۔

''وہ اسلام کے مذہبی لٹریچر کے خصوصیت سے عالم تھے۔ سوچنے اور لکھنے کی اچھی طاقت رکھتے تھے۔ کتنی ہی بڑی بڑی کتابوں کے مصنف تھے۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 568)

آج حضرت مسیح موعودؑ کی وفات پر صدی سے زیادہ گزر چکا ہے مگر خدا کے فضل سے حضورؑ کی جلیل القدر شخصیت اور عظیم الشان قلمی خدمات کے اعتراف کا سلسلہ آج تک جاری ہے بلکہ جوں جوں صداقت کی روشنی پھیلتی جاتی ہے حضورؑ کی مقدس ذات دنیا کی گہری توجہ اور خاص دلچسپی کا مرکز بنتی جارہی ہے اور عالمی رجحانات بڑی تیزی سے اس حقیقت کی طرف آرہے ہیں کہ بیسویں صدی کی کوئی مذہبی تاریخ آپؑ کے قلمی جہاد کے ذکر کے بغیر مکمل ہوہی نہیں سکتی اور ہمیں اس ذکر کو محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت ہمیں خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے۔ اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔ ہر قسم کی علمی اور اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفاء اور ترقی کا زینہ آپ کی یہی تحریرات ہیں اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین و دنیا دونوں جہانوں سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

''وہ خدا کے ماموروں اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہوجاؤ اور تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد18ص403)

آپؑ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا۔

''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب کم ازکم ایک دفعہ ضرور پڑھ لیا کریں، کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 4ص361)

پس یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس سلطان القلم مسیح و مہدیؑ کو ماننے کی توفیق ملی اور اس نے ہمیں ان روحانی خزائن کا وارث ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں۔ تا کہ ہمارے دل، ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہوجائیں۔ اللہ کرے ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوارسکیں اور اپنے دلوں اور اپنے گھروں اور اپنے معاشرہ میں امن و سلامتی کے دیئے جلانے والے بن سکیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

از محمد فاتح احمد ناصر مربی سلسلہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

یعصمک اللہ من عندہ و لو لم یعصمک الناس

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

حضرت رسول اکرم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں وعدہ دیتے ہوئے فرمایا کہ وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ68) یعنی اللہ تعالیٰ نہ صرف حضرت رسول اکرم ﷺ کی جان بلکہ عزت و عصمت کی حفاظت کو بھی اپنے ذمہ لینے کا وعدہ فرماتا ہے اور ایسے دلائل و براہین کے عطا فرمائے جانے کا بھی وعدہ فرماتا ہے جو دشمنان دین کو مسکت کریں گے۔اسی طرح مومنین کے ازدیاد ایمان کا بھی ذریعہ ہوں۔نیز پیدائش نبوی ﷺ سے قیامت تک ایسے سلطان نصیر عطا فرماتا رہے گا جو آپ کی ذات بابرکات پر اٹھنے والے ہرقسم کے اعتراض کا دندان شکن جواب دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی بلند ترین شان مصطفوی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے اور اپنے عملی نمونوں سے اصلاح کا کام کرتے رہیں گے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کیونکہ حضرت محمد ﷺ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم اور انسان کامل اور تمام اوّلین و آخرین کے سردار ہیں۔ دنیا کی ابتدا سے لے کر اس کے اخیر تک حضرت محمد مصطفی ﷺ جیسا کوئی وجود نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔صحف سابقہ بھی آپ کی عظمت و خوبیوں کے ذکر سے رطب اللسان رہے۔تمام پاکباز اور فرشتے حضور ﷺ کی حمد کے گیت گاتے ہیں بلکہ خود خداوند کریم نے آپ کے ذکر کو بلند کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ (الانشراح) یعنی ہم نے آپ کے ذکر کو رفعت و سربلندی سے ہمکنار کر دیا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کی بعثت فی الآخرین

ہم جانتے ہیں کہ حق و باطل کی جنگ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔رسول اکرم ﷺ کے زمانہ سے ہی دشمن آپ کو ناکام کرنے کا کوئی حربہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور نہ ہی اب کوئی کمی چھوڑتے ہیں۔سورۃ جمعہ کے مضامین کے موافق جب اللہ تعالیٰ نے آخرین میں آپ ﷺ کے غلام صادق کو منصب مسیحیت و مہدویت سے سرفراز فرماتے ہوئے آپ کو نیابت رسول ﷺ کا لبادہ پہنایا تو اس سے قبل ہی بزرگان دین، مسیح محمدی کو رسول اللہ ﷺ کا ظل اور بروز قرار دے چکے تھے۔مثلاً اردو کے مشہور شاعر جناب امام بخش ناسخ تحریر کرتے ہیں۔

اوّل و آخر کی نسبت ہوگی صادق یہاں
صورت معنی شبیہ مصطفی پیدا ہوا
دیکھ کر اس کو کریں گے لوگ رجعت کا گماں
یوں کہیں گے معجزے سے مصطفی پیدا ہوا

(دیوان ناسخ جلد دوم ص54۔مطبع منشی نول کشور لکھنؤ 1923ء)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تحریر فرمایا تھا:

’’امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔عامۃ الناس گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں آئے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اس جامع محمدی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ (True Copy) ہوگا۔پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔‘‘

(الخیر الکثیر از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ 72۔مدینہ پریس بجنور)

حفاظت عصمت کا خدائی وعدہ

طاغوتی طاقتیں ایک مرتبہ پھر آپ کے خلاف برسر پیکار ہوئیں۔اس خدائی شمع کو بجھانے کے لیے اپنے تمام ہتھیاروں، کیل کانٹوں سے مسلح ہو کر شیطان نے ایک مرتبہ پھر بساط بچھائی، اپنے تمام مہروں کو سامنے لا کر عظیم ترین قوت کا مظاہرہ کیا۔اور چشم فلک نے ایک مرتبہ پھر دور نبوی ﷺ جیسی ہی مشکلات و مصائب کا نمونہ پھر دنیا میں دیکھا۔مگر دور اوّلین میں عطا فرمودہ خدائی وعدہ وَ اللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ایک مرتبہ پھر پوری شان سے جلوہ گر ہوا۔اور اللہ تعالیٰ نے اس امام الزمان، حضرت محمد ﷺ کے غلام صادق کو بھی اپنے فضل سے نہ صرف تمام تر شیطانی قوتوں کی شکست بلکہ ہر میدان میں ترقیات کی بشارت دیتے ہوئے انہی الفاظ میں حفاظت و ترقیات کی عظیم الشان خوشخبریاں عطا فرمائیں۔آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’ان لم یعصمک الناس فیعصمک اللہ من عندہ۔ یعصمک اللہ من عندہ و ان لم یعصمک الناس۔ (براہین احمدیہ صفحہ 510)

ترجمہ۔اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں یعنی تباہ کرنے کی کوشش کریں مگر خدا اپنے پاس سے اسباب پیدا کر کے تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچا لے گا اگرچہ لوگ بچانا نہ چاہیں۔

اب دیکھو کہ یہ کس قوت اور شان کی پیشگوئی ہے اور بچانے کے لیے مکرر وعدہ کیا گیا ہے۔اور اس میں صاف وعدہ کیا گیا ہے کہ لوگ تیرے تباہ اور ہلاک کرنے کے لیے کوشش کریں گے اور طرح طرح کے منصوبے تراشیں گے مگر خدا تیرے ساتھ ہوگا اور ان منصوبوں کو توڑ دے گا اور تجھے بچائے گا۔اب سوچو کہ کون سا منصوبہ ہے جو نہیں کیا گیا۔بلکہ میرے تباہ کرنے اور ہلاک کرنے کے لیے طرح طرح کے مکر کیے گئے۔چنانچہ خون کے مقدمے بنائے گئے، بے آبرو کرنے کے لیے بہت جوڑ توڑ عمل میں لائے گئے اور ٹیکس لگانے کے لیے منصوبے کیے گئے۔کفر کے فتوے لکھے گئے، قتل کے فتوے لکھے گئے لیکن خدا نے سب کو نامراد رکھا۔وہ اپنے کسی فریب میں کامیاب نہ ہوئے۔پس اس قدر زور کا طوفان جو بعد میں آیا، مدت دراز پہلے خدا نے ان کی خبر دے دی تھی۔خدا سے ڈرو اور سچ بولو کہ کیا علم غیب اور تائید الٰہی ہے یا نہیں؟‘‘

(نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد18 صفحہ 528-529)

پھر فرمایا: ’’براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے یعصمک اللہ من عندہ و لو لم یعصمک الناس یعنی خدا تجھے تمام آفات سے بچائے گا اگرچہ لوگ نہیں چاہیں گے کہ تو آفات سے بچ جائے۔یہ اس زمانہ کی پیشگوئی ہے جب کہ میں ایک زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا اور کوئی مجھ سے نہ تعلق بیعت رکھتا تھا نہ عداوت۔بعد اس کے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ میں نے کیا تو سب مولوی اور ان کے ہم جنس آگ کی طرح ہو گئے۔۔۔مگر خدائے علیم نے ان کی ایک نہ سنی۔۔۔ان لوگوں نے میرے پھانسی دلانے کے لیے اپنے تمام تر منصوبوں سے زور لگایا اور ایک دشمن خدا اور رسول کی مدد کی۔۔۔(مگر) اسی نے بچایا جس نے پچیس برس پہلے یہ وعدہ دیا تھا کہ تیری قوم تو تجھے نہیں بچائے گی اور کوشش کرے گی کہ تو ہلاک ہو جائے مگر میں تجھے بچاؤں گا۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد 22۔صفحہ 242-243)

معزز قارئین! اسی خدائی وعدہ کے موافق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے تابع ہم آپ کی تمام تر زندگی کو عصمت الٰہی کے گھنے سائبان تلے دیکھتے ہیں۔آپ کی جان لینے کے بے شمار منصوبے کیے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سب کی خاک اڑا دی۔پھر انسانی عدالتوں میں آپ کی جان مال اور عزت و آبرو پر حملوں کی خاطر مقدمات کیے گئے مگر آپ کی ہر میدان میں فتح ہوئی، دلائل کے میدان میں آپ پر تابڑ توڑ حملے کرتے رہے مگر آپ بڑی تحدی سے فرماتے رہے:۔

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

اور جب ایک مرتبہ ایک سخت مقدمہ میں دشمن کی تباہ کن چال سے سخت پریشانی کا اظہار کیا گیا کہ دشمن کہتا ہے کہ اب آپ دام میں پھنس چکے ہیں اور میں آپ کا شکار کروں گا۔تو آپ لیٹے ہوئے تھے مگر جوش کے عالم میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور بہت جوش سے فرمایا کہ ’’میں اس کا شکار ہوں؟ میں شکار نہیں ہوں۔میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔‘‘ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دہرائے اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی اور نیم بند رہتی تھیں، واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکنے لگی تھیں اور چہرہ اتنا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا‘‘۔

(سیرت المہدی جلد اوّل)

اور پھر چشم فلک نے وہ نظارے دیکھ کر انگلیاں دانتوں میں دبا لیں جہاں تمام شیطانی و مذہبی و دنیاوی قوتیں اور طاقتوں کی مخالفتوں کے باوجود خائب و خاسر رہیں۔اور آپ محض اور محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح دین و دنیا کی تمام تر ترقیات میں اپنا قدم آگے سے آگے بڑھاتے رہے۔آپ نے اپنے شعری کلام میں فرمایا:۔

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیر غار

اور انہی الٰہی نصرت و تائیدات کے بے شمار واقعات میں سے ایک بہت ہی نادر واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

’’قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب سے میں نے سنا ہے کہ مولوی کرم الدین بھیں والے کے مقدمہ کے دوران ایک دفعہ حضرت صاحب بٹالہ کے راستہ گورداسپور کی طرف روانہ ہوئے۔آپ کے ساتھ رتھ میں خود خواجہ صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب مرحوم تھے اور باقی لوگ یکوں میں پیچھے آ رہے تھے۔اتفاقاً یکے کچھ زیادہ پیچھے رہ گئے اور

رتھ اکیلی رہ گئی۔ رات کا وقت تھا آسمان ابر آلود تھااور چاروں طرف سخت اندھیرا تھا۔ جب رتھ وڈالہ سے بطرف بٹالہ آگے بڑھا تو چند ڈاکو گنڈاسوں اور چھریوں سے مسلح ہو کر راستہ میں آ گئے اور حضرت صاحب کی رتھ کو گھیر لیااور پھر وہ آپس میں یہ تکرار کرنے لگ گئے کہ ہر شخص دوسرے سے کہتا کہ تو آگے ہو کر حملہ کر مگر کوئی آگے نہ آتااور اسی تکرار میں وقت گزر گیااور اتنے میں پچھلے یکے آن ملے اور ڈاکو بھاگ گئے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ اس وقت یعنی جس وقت ڈاکو حملہ کرنے آئے تھے میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب کی پیشانی سے ایک خاص قسم کی شعاع نکلتی تھی جس سے آپ کا چہرہ مبارک چمک اٹھتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ قادیان اور بٹالہ کی درمیانی سڑک پر اکثر چوری اور ڈاکہ کی وارداتیں ہو جاتی ہیں مگر اس وقت خدا کا خاص تصرف تھا کہ ڈاکو خود مرعوب ہو گئے اور کسی کو آگے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔‘‘

(سیر المہدی حصہ دوم روایت نمبر 454)

قارئین کرام! اعلائے کلمہ توحید کے لیے نیک اور پاک گروہ کا پیدا کرنا نبی کا سب سے مقصد عظیم ہوا کرتا ہے اور اسی مقصد کی تکذیب میں بھی دشمن نے ناخنوں تک زور لگایا کہ آپ کو بے یار و مددگار کر کے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔ اور یوں آپ کا سلسلہ ختم ہو جائے مگر آپ نے الٰہی تائید سے بڑے جلال سے فرمایا: ’’خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور اپنی قدرت دکھانے کے لیے پیدا کرنا چاہا ہے۔۔۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کی چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لیے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔‘‘

(اشتہار 4مارچ 1889ء)

نہ صرف آپ کی مبارک زندگی میں بلکہ اس کے بعد بھی خواہ 1934 کی ہندوستان گیر مخالفت کی تحریک ہو جہاں یہ بلند و بانگ دعوے کیے گئے کہ ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، منارۃ المسیح کی اینٹیں دریائے بیاس میں بہا دیں گے، تمام دنیا سے احمدیوں کو ختم کر کے صرف ایک احمدی کو زندہ رکھیں گے اور اسے میوزم میں رکھیں گے تا کہ آئندہ اپنے بچوں کو بتا سکیں کہ احمدی اس طرح کے ہوا کرتے تھے۔ چاہے 1952 کی ملک گیر تحریک مخالفت سامنے ہو یا 1974اور 1984میں اٹھایا گیا عالمی طوفان ہو۔خواہ دنیا کے بہت سے مسلمان ممالک میں سینکڑوں کلمہ گو احمدیوں کی جانوں مالوں اور عزتوں کی پائمالی کی ناپاک کوششیں ہوں۔مگر ان تمام تر مخالفتوں کی کوششوں کے باوجود آج قیام احمدیت کو 132سال بعد بھی ناکامی وخسرانی انہی دشمنان احمدیت کے ہی حصہ میں آئی۔ اور اس کے برعکس تمام دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں احمدی مسلمان جو اپنی جان، مال، عزت، وقت ہر قربانی پیش کر کے، ہمہ وقت اعلائے کلمہ توحید و اسلام کی کوشش میں مصروف کار ہیں، اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت عصمت فرمائی۔ اور آپ کو ہی کامیاب و کامران فرمایا۔آپ نے اپنے کلام میں کیا ہی خوب فرمایا:۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

برصغیر کے ایک ممتاز عالم دین مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی مدیر صدق جدید (لکھنؤ) نے قادیان سے شائع ہونے والے رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے 1957 میں لکھا تھا:

’’احمدیہ جماعت قادیان اپنے رنگ میں جو خدمت تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں کر رہی ہے یہ رسالہ اس کا پورا مرقع ہے۔ جماعت کے مشن یورپ، امریکہ، مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، ماریشس، انڈونیشیا، نائیجیریا اور ہندوستان و پاکستان کے خدا معلوم کتنے مختلف مقامات پر قائم ہیں۔ ان سب کی فہرست اور ان کی کارگزاریاں، ان سے تبلیغی لٹریچر کی اشاعت انگریزی، فرنچ، جرمن، ڈچ،اسپینی، فارسی، برمی، ملایا، تامل، ملیالم، مرہٹی، گجراتی، ہندی اورر اردو زبان میں ان کی مسجدوں اور ان کے اخبارات و رسائل کی فہرست اور اسی قسم کی دوسری سرگرمیوں کا ذکر ان صفحات میں نظر آ جائے گا۔ اور ہم لوگوں کے لیے جو اپنی کثرت تعداد پر نازاں ہیں ایک تازیانہ عبرت کا کام دے گا۔ کاش! ان لوگوں کے عقائد ہمارے جیسے ہوتے اور ہم لوگوں کی سرگرمی عمل ان کی جیسی۔‘‘(صدق جدید 7جون 1957)

یہ تقریباً 65سال پہلے کی تحریر ہے جب کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ نہ صرف ہزاروں لاکھوں گنا بڑھ چکی ہے بلکہ کئی گنا بڑھ کر خدمت اسلام میں کوشاں ہے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلك

قارئین کرام! اس معرکہ حق و باطل میں دشمن نے ایک کوشش یہ بھی کی کہ آپ کو دلائل کے میدان میں شکست دے کر آپ کی عصمت دری کی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محض اپنے فضل سے وہ علم کلام عطا فرمایا جس نے نہ صرف آپ کی تمام دنیا میں علم و فضل اور زبان و بیان کے لحاظ سے پہچان کروائی بلکہ اپنے اندر لاانتہا علم وعرفان کے موتی سمیٹے ہونے کے باعث کروڑوں عاشقان توحید کی تسلی و تشفی اور معرفت خداوندی کا باعث بنا اور بن رہا ہے۔ آپ علیہ السلام کی عظیم الشان خوبیوں کے متعلق ہندوستان کے ایک بڑے ادیب مولانا ابو الکلام نے آپ کی وفات پر تحریر کیا۔

’’وہ شخص بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔جس کی انگلیوں سے انقلابات کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔۔۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم تاریخ میں منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔۔۔مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جب کہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔۔۔غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

(بدر 18جون 1908ء صفحہ 2،3)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح پیغام کو سمجھنے اور اپنی زندگیاں اس کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ: دیار مسیح موعودؑ (قادیان) کے بابرکت تاریخی وطبعی خدوخال...... از صفحہ 36

تھا صحابی درزیوں کی خدمات سے تیار کروایا گیا۔ پھر اس پر جھنڈے کی شکل نقش کروائی گئی۔ اس کے نصب کرنے اور لہرانے کے لئے پائپ کرائے پر لیا گیا کیونکہ مطلوبہ سائز 62فٹ کی سیدھی اور خوبصورت لکڑی ملنا مشکل تھی۔

حضورؓ نے جلسہ سالانہ 1939ء میں 28 دسمبر کے روز اپنی تقریر میں اسلامی تاریخ کے حوالہ سے جھنڈا کی اہمیت اور ضرورت پر نہایت پرحکمت ارشادات فرمائے اور فرمایا کہ جھنڈا لوگوں کے جمع ہونے کی ظاہری علامت ہے اور اس سے نوجوانوں کے دلوں میں ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ ’’لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود‘‘ یعنی میرے جھنڈے کی پناہ ہر سعید کو حاصل ہو گی۔ اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ ہم اپنا جھنڈا نصب کر دیں۔۔۔ پس جھنڈا نہایت ضروری ہے اور بجائے اس کے کہ بعد میں آ کر کوئی بادشاہ اسے بنائے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کہ یہ صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں اور موعودہ خلافت کے زمانہ میں بن جائے۔ اگر اب کوئی جھنڈا نہ بنے تو بعد میں کوئی جھنڈا کسی کے لئے سند نہیں ہوسکتی۔ چینی کہیں گے ہم اپنا جھنڈا بناتے ہیں اور جاپانی کہیں گے اپنا۔ اور اسطرح ہر قوم اپنا اپنا جھنڈا ہی آگے کرے گی۔۔۔ اور اس لئے آج جو جھنڈا نصب ہو گا اس میں سب قومیں شامل سمجھی جائیں گی۔ اور وہ جماعت کی شوکت کا کا نشان ہو گا اور یہی مناسب تھا کہ جھنڈا ابھی بن جاتا۔ تابعد میں اس کے متعلق کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔تقریر کے اخیر پر حضورؓ نے ایک اقرار نامہ بھی پڑھ کر سنایا اور سامعین کو دہرانے کا ارشاد فرمایا۔ پھر حضورؓ نے رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کی رقت بھری دعا کے ساتھ جھنڈے کی رسی کو کھینچا اور اس کو ہوا میں لہرادیا۔ اس موقع پر حضورؓ نے لوائے خدام الاحمدیہ بھی جو تیار ہو چکا تھا لہرایا۔حضورؓ نے فرمایا اب لوائے احمدیت کی حفاظت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ بارہ آدمی پہرہ پر مقرر کرے اور کل جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد اسے دو ناظروں کے سپرد کر دے جو اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ۔ وہ نہایت مضبوط تالہ میں رکھیں جس کی دو چابیاں ہوں اور وہ دونوں مل کر اسے کھول سکیں۔ بعد ازاں حضورؓ زنانہ جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے اور لجنہ اماء اللہ کا لواء بھی لہرایا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کی دعا کے ساتھ ہی اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ یہ نافع الناس ہو۔آمین

از (لقمان احمد کشور، لندن)

دیارِ مسیح موعودؑ (قادیان) کے بابرکت تاریخی وطبعی خدوخال

قادیان کا خیال دل و دماغ میں آتے ہی چشم تصور میں اس کا حسین نقشہ ابھرنے لگتا ہے۔ یہ وہ بابرکت بستی ہے جس کا ذکر گزشتہ نوشتوں میں بھی مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ ہوا ہے یعنی مسیح ثانی کا کدعہ میں نزول ہونا تھا۔ پھر مینارہ بیضاء بھی نزول مسیح کے ساتھ اپنی ایک لازمی حیثیت رکھتا تھا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں سے دجال اور یاجوج ماجوج کی تباہی کا بانگ دہل اعلان ہونا تھا اور اسلام کی آخری اور حقیقی فتح کا جھنڈا اور علم بلند ہوتے ہوئے آسمانی نقارہ بجانا تھا۔ جو خدائی قدرتوں اور الٰہی وعدوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ کے قیام اور قدرت ثانیہ کے ظہور کا منبع ہونا تھا۔ یہاں کی تبلیغ نے زمین کے کناروں تک پہنچنا تھا اور دنیا کے ہر قسم کے باسیوں نے دور دراز کے اونچے نیچے، برفیلے راستوں سے لمبا سفر طے کرکے مسیح محمدی اور مہدی کو محمد عربی ﷺ کا سلام پہنچانا تھا۔

اس کرمانوالی اوچی بستی کی ابتدائی آبادکاری کو دیکھیں تو تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے آباء میں سے حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب جو مغل برلاس، فارسی الاصل تھے سمرقند سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ 1530ء کے قریب دریائے بیاس کے کنارے یہ گاؤں آباد ہوا تھا اور اس کا نام ''اسلام پور'' تھا جو بعد میں اسلام پور قاضی ماجھی اور پھر قاضیاں سے قادیان بن گیا۔ دریا کنارے آباد یہ لوگ بھینسیں بھی پالنے میں مشہور تھے اور علاقے میں قاضی کے طور پر بھی فرائض انجام دیتے تھے۔

قادیان میں جائے سکونت حضرت مسیح موعودؑ ''دارالمسیح'' کے نام سے منسوب ہے۔ یہی مکان انی احافظ کل من فی الدار کا ظاہری مقام تھا اور ''امن است در مکان محبت سرائے ما'' کا زندہ ثبوت تھا۔ طاعون جیسی وبا کے پھوٹنے پر جس ''الدار'' کی حفاظت کا خدائی وعدہ تھا۔ خاندان مسیح موعودؑ کے علاوہ کئی اصحاب احمد بھی ان دنوں وہاں رہے تھے مگر مجال ہے انسان تو کیا کسی چوہے تک کی بھی موت نہ ہوئی تھی اور بطور نشان اپنے لئے اور ان سب کے لئے جو اس گھر کی چاردیواری میں رہ رہے تھے حفاظتی ٹیکہ کی بھی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

یتزوج و یولد لہ جیسی عظیم الشان پیشگوئی کو نہایت شان سے پورا کرنے والی شادی اور پھر مصلح موعود کی پیشگوئی کی خبر کے مطابق پیدا ہونے والے ولد عظیم اور مبارک نسل سیدہ کی جائے پیدائش بھی اسی چاردیواری میں ہوئی تھی۔ یعنی دوسری زوجہ مبارکہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ، المعروف حضرت اماں جانؓ سے، دس بچوں یعنی پانچ لڑکوں اور پانچ لڑکیوں کی جائے پیدائش ہے (یہ اولاد بالترتیب: صاحبزادی عصمت صاحبہ، بشیر اول، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحب، صاحبزادی شوکت صاحبہ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، حضرت صاحبزادہ شریف احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ، صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ تھیں۔ ان میں سے پانچ خط کشیدہ صغرسنی میں وفات پا گئے تھے)۔

آپؑ کی پہلی شادی (بعمر 15 سال مع ماموں زاد حرمت بی بی صاحبہ جو بعد میں علیحدہ ہو کر خاندانی شرکاء سے جا ملی تھیں اور حضورؑ کے خلاف ان کی سازشوں میں بھی ساتھ دیتی رہیں مگر حضورؑ ہمیشہ اس زوجہ سے حسن سلوک فرماتے تھے) سے دو فرزندوں (حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ، جو حضرت مصلح موعودؓ کے عہد خلافت میں حضورؓ کے ہاتھ پر بیعت کرکے ''تین کو چار کرنے والا'' کے مصداق ٹھہرے اور مرزا فضل احمد، جو حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے)۔

آپؑ کے خسر ثانی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ جو دہلی کے ایک مشہور خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے اور ننھیالی سلسلہ حضرت خواجہ میر دردؒ سے جا ملتا ہے۔ ان کی رہائش کا گول کمرہ بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت اقدسؑ نے یہ کمرہ خود تعمیر کروایا تھا اور اس کو بطور مہمان خانہ استعمال فرماتے تھے۔ حضورؑ کے ارشاد پر اسی میں شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر نے ''آئینہ کمالات اسلام'' کی طباعت کے لئے لا کر اپنا پریس نصب کر دیا تھا۔

''تائی آئی'' کے الہام میں جو خبر دی گئی تھی وہ بھی اسی دار کے مکین کے متعلق تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور خلافت میں پورا ہوا۔ آپؑ کی بھاوج (حضورؑ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی اہلیہ)، مصلح موعودؓ کو بچپن میں ''جیھو جیا کاں اوہو جئی کو'' کا طعنہ دینے والی تائی کا مسکن بھی یہی تھا اور وہ کنواں جہاں سے تائی نے پانی بھی بھرنے سے روک دیا تھا اسی دارالمسیح میں ہے۔ بیت الفکر، بیت الذکر اور بیت الدعا جیسے مقامات بھی اسی الدار کا حصہ ہیں۔ پھر دالان حضرت اماں جانؓ جہاں حضورؑ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے تھے۔ وہ بھی بیت الفکر کی طرح برکتوں سے معمور تھا بلکہ اسی کا حصہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ ابتداء میں بیت الفکر میں تالیف و تصنیف کا کام فرماتے تھے۔

بیت الدعاء ایک چھوٹا سا حجرہ تھا جو حضورؑ نے اس غرض سے تعمیر کروایا تھا کہ جس میں سوائے دعا کے اور کوئی کام نہ ہو۔ یہ مارچ 1903ء میں تیار ہوا تھا۔ یہ بھی دالان حضرت اماں جانؓ کی مغربی جانب تھا۔ پھر بیت الریاضت بھی ہے جس میں حضورؑ نے آٹھ نو ماہ کے روزے رکھے تھے اور براہین احمدیہ بھی تصنیف فرمائی تھی۔

ایک مقدمہ قتل میں جب سرکاری سپاہی الدار کی تلاشی کے لئے آئے اور ان کو ناکام و نامراد واپس نکلنا پڑا تو وہ چوکھٹ جس سے اس حواس باختہ افسر کا سر ٹکرایا تھا وہ بھی اسی در کی تھی۔

اس کے بعد وہ مقامات جہاں دشمنان سلسلہ اور خاندانی شریک چچازاد مرزا نظام دین اور امام دین، امام الزمانؑ کی زیارت اور بیعت کے لئے آنیوالوں کو بیٹھ کر ورغلاتے اور ناپاک منصوبے بناتے تھے اسی دارالامان کے گرد تھے۔ یحسرۃ علی العباد۔ انہوں نے حضرت اقدسؑ سے مطالبہ اور اصرار بھی کیا تھا کہ ہمیں کوئی نشان دکھلاؤ تو اس کے مطابق حضورؑ نے ایک پیشگوئی فرمائی تھی کہ اکتیس ماہ تک ان پر کوئی ایسی مصیبت پڑے گی کہ ان کے اہل و عیال میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہو جائے گا۔ لہذا ٹھیک اس عرصہ سے اکتیسویں مہینہ کے درمیان میں مرزا نظام الدین کی بیٹی اور مرزا امام الدین کی بھتیجی بعمر 15 سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی۔ پھر محمدی بیگم والی پیشگوئی میں بھی اول مخاطب یہی خاندان تھا جنہیں آیات اللہ کی تکذیب اور استہزاء سے باز کر کے توبہ و استغفار کی طرف رجوع کروانا مقصود تھا۔

پھر جس دیوار سے متعلق ''مقدمہ دیوار'' کا جو مشہور واقعہ گزرا تھا وہ مقام بھی قابل توجہ ہے۔ جماعتی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ذکر ملتا ہے کہ دیوار کا ایک مقدمہ بڑا مشہور مقدمہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں لڑا گیا جس میں 1900ء کے آغاز میں آپ کے خاندان کے مخالفین نے مسجد کے راستے پہ دیوار کھڑی کر دی اور راستہ بند کر دیا۔ یہ اتنا تکلیف دہ امر تھا کہ تاریخ میں لکھا ہے کہ حضورؑ نے سنت انبیاء جانتے ہوئے اصحاب سے ہجرت کرنے کے لئے بھی مشورہ کرلیا تھا مگر پھر فرمایا کہ اچھا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ جہاں اللہ لے جائے گا وہیں جائیں گے۔ حضرت اقدسؑ کی مطہر زندگی میں جتنے بھی مقدمات دشمنان سلسلہ اپنوں اور غیروں کی طرف سے کئے گئے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرستادہ کو ہمیشہ سرخرو فرمایا اور آپ کی عزت و عصمت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔

اس مقدمہ دیوار کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے کہ یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کیلے گاڑ دیا کرتے تھے تا کہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کیلے اکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے کہ مسجد مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جارہی ہے اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہو چکی ہے۔ اسی حالت میں مَیں نے دیکھا (خواب میں) کہ مسجد کی طرف سے حضرت خلیفہ اول تشریف لا رہے ہیں۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) جب مقدمے کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اول جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جارہی تھی۔ میں بھی کھڑا تھا چونکہ اس خواب کا میں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا اس لئے مجھے دیکھتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا۔ میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔'' (خطبات محمود جلد 15 صفحہ 206-207)

پھر آپ اسی دور کی بات کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ''ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مخالفین نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور آپ علیہ السلام کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کر لوگوں کو مسجد میں لاتے۔ (یعنی گھر کے اندر سے گزار کے لانا پڑتا تھا) اور کئی لوگ اوپر سے ہو کر آتے (لمبا چکر کاٹ کر)۔ سال یا چھ ماہ تک یہ راستہ بند رہا۔ آخر مقدمہ ہوا اور خدا تعالیٰ نے ایسے سامان

کئے کہ دیوار گرائی گئی۔" (خطبات محمود جلد 20 صفحہ 574-575)

جب دارالمسیح کے احاطہ میں داخل ہوں تو سامنے مسجد مبارک پر نظر پڑتی ہے۔اس پر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس حصہ میں داخل ہوا جاتا ہے جو بعد از توسیع کی ہے مگر جو ابتدائی تعمیر شدہ مسجد ہے اور جس میں کھڑے ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ غیر مبایعین و منکرین خلافت کے اعتراضات کے جوابات دیا کرتے تھے اس کھڑکی والی جگہ کی طرف ہے جہاں البیت سے حضرت مسیح موعودؑ بیت الفکر اور بیت الدعا کی طرف سے بیت الذکر مسجد مبارک میں نماز کے لئے تشریف لاتے تھے۔ابتداء میں یہ مسجد اتنی چھوٹی تھی کہ ایک صف میں چھ کے قریب نمازی کھڑے ہوسکتے تھے اور کل تیس بتیس نمازی جمع ہوسکتے تھے۔اس دوران پھر بیت الفکر اور مشرقی صحن بھی نماز کے وقت استعمال کیا جاتا تھا۔اس کی توسیع 1907ء میں عمل میں آئی تھی۔مسجد مبارک جس کی تعمیر 1882-83ء ہوئی۔اس کی تعمیر کے بعد حضرت اقدسؑ یہیں نماز ادا کرتے تھے۔شروع میں آذان اور امامت بھی خود ہی کرواتے تھے۔اس کے متعلق حضورؑ کو الہام ہوا تھا کہ "مُبَارِكٌ وَّمُبَارَكٌ وَّكُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ" یعنی یہ مسجد برکت دہندہ اور برکت یافتہ ہے اور ہر ایک امر مبارک اس میں کیا جائے گا۔" (تذکرہ صفحہ 83 ایڈیشن چہارم)۔

اس کی پہلی مرتبہ توسیع 1907ء میں ہوئی تھی۔اسی کی چھت پر حضرت اقدسؑ اپنے اصحاب خاص کے ساتھ شہ نشین میں پاک مجالس کا نعقاد فرماتے تھے۔اسی کی چھت پر کھڑے ہو کر نشان کسوف وخسوف میں سورج گرہن ملاحظہ فرمایا اور نماز کسوف وخسوف کا اہتمام فرمایا تھا۔اسی کا دوسرا نام بیت الذکر بھی ہے۔

سرخ چھینٹوں کے نشان والا وہ غسل خانہ کا کمرہ بھی جو اب مسجد کا ہی حصہ ہے۔جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ کشفاً ایک اور محبت بھرا سلوک کیا تھا اور رجسٹر پر دستخط کرتے ہوئے قلم کی سرخ سیاہی کے گرانے والے متبرک نشان حضورؑ کے جسم مبارک کے علاوہ کرتہ پر بھی گرے تھے۔حضورؑ کی طرف سے وہ کرتا تبرک کے طور پر حضرت عبداللہ سنوری صاحب جو اس وقت حضرت اقدس کے پاس بطور خادم موجود تھے، کو عطا ہوگیا تھا اور حسب وعدہ و نصیحت ووصیت ان کی وفات پر ان کے ساتھ ان کی قبر میں ہی مدفون ہوگیا تھا تا شرک کا باعث نہ ٹھہرے۔

پھر مسجد اقصیٰ کی اپنی تاریخی حیثیت ہے۔تاریخ احمدیت کا پہلا جلسہ سالانہ جو 1891ء میں منعقد ہوا تھا اور اس میں کل پچھتر (75) احباب شامل ہوئے تھے، اسی مسجد میں منعقد ہوا تھا۔اور جہاں خطبہ الہامیہ ہوا تھا۔دو سو لوگوں نے اس وقت حضورؑ کی اس الہامی کیفیت کو دیکھا اور اسے سنا تھا۔یہ ایک زبردست علمی نشان اور معجزہ تھا۔11/اپریل 1900ء کو عیدالضحیٰ کے دن صبح کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی۔جب حضرت اقدس عربی خطبہ پڑھنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کو حکم دیا کہ وہ قریب تر ہو کر اس خطبہ کو لکھیں۔جب حضرات مولوی صاحبان تیار ہو گئے تو حضور نے يَا عِبَادَ اللّٰہِ کے لفظ سے عربی خطبہ شروع فرمایا۔اثناء خطبہ میں حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا کہ "اب لکھ لو پھر یہ لفظ جاتے ہیں" (یعنی ساتھ ساتھ لکھتے جاؤ۔اگر کوئی لفظ سمجھ نہیں آیا تو ابھی پوچھ لینا)۔جب حضرت اقدس خطبہ پڑھ کر بیٹھ گئے تو اکثر احباب کی درخواست پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اس کا ترجمہ سنایا تھا۔یہ خطبہ اگست 1901ء میں شائع ہوا۔حضور نے نہایت اہتمام سے اسے کاتب سے لکھوایا۔فارسی اور اردو میں ترجمہ بھی خود کیا اور اعراب بھی خود لگائے۔اصل خطبہ کتاب کے (جو خطبہ الہامیہ کتاب ہے اس کے) اڑتیسویں صفحہ پر ختم ہوجاتا ہے جو کتاب کے باب اول کے تحت درج ہے۔اگلا حصہ آخر تک عام تصنیف ہے جس کا اضافہ حضور نے بعد میں فرمایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 11/ اپریل 2014ء میں اس کی پوری تفصیل بیان فرمائی تھی۔

مینارۃ المسیح بھی پیشگوئیوں کے مطابق آمد مسیح ثانیؑ کا بابانگ دہل اعلان کرتا ہے۔28 مئی 1900ء کو حضرت اقدسؑ نے احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں مسجد اقصیٰ کے شرقی جانب اس مینار کی تعمیر کی تجویز فرمائی تھی کہ مؤذن پنجوقت بانگ دے جو تبلیغ کا کام ہو پھر مینارہ کی دیوار میں اونچے حصہ پر لالٹین کی تنصیب ہو تا لوگ آسمانی روشنی کو پہچانیں اور اس پر گھنٹہ کی تنصیب کی جائے تا لوگ وقت کی حقیقت سے روشناس ہوں کہ یہ وہ زمانہ ہے جب آسمان کے دروازے کھل چکے ہیں۔حضورؑ نے اس کا سنگ بنیاد 1903ء میں رکھا تھا مگر مخالفوں کی بعض شکایات کہ اردگرد بے پردگی ہوتی ہے حکومتی مداخلت پر اس کا کام رک گیا اور خلافت ثانیہ میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

مسجد اقصیٰ جس کی قادیان کے وسط میں تعمیر کا سنگ بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کے والد بزرگوار حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب برلاس رئیس قادیان نے رکھا تھا اور تعمیر مکمل ہوہی چکی تھی کہ ان کی وفات ہوگئی اور اس کے صحن میں ہی آخری آرامگاہ بھی ہے جو ان کی وصیت کے مطابق نشان زدہ جگہ پر تیار کی گئی تھی۔حضورؑ کی والدہ ماجدہ حضرت چراغ بی بی صاحبہ جن کی قبر آبائی قبرستان میں ہے۔

قادیان کے باہر شمالی جانب ڈھاب اور وہ پل ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ الوصیت میں شرائط وصیت میں بھی فرمایا ہے۔

دارالمسیح کے باہر کے مقامات دیکھیں تو ان میں سب سے پہلے تو بہشتی مقبرہ اور اس میں روضہ مبارک حضرت مسیح موعودؑ ہے۔بہشتی مقبرہ جس کے متعلق خدا نے خبر دی تھی کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔قطعہ خاص کے سامنے کھڑے ہو کر جنگلے کے اس پار عین اس جگہ جو مسیح موعود ومہدی معہودؑ کو خواب میں چاندی سے زیادہ چمکتی ہوئی دکھائی گئی تھی بلکہ اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر فاتحہ کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ بلند کئے۔دل اور دماغ اس رب جلیل کی حمد سے معمور اور شکرانہ سے لبریز تھے اور زبان بھی ورد کر رہی تھی اور اس نبی خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیج رہی تھی کہ جس نے اپنے مہدی کو ماننے، اس کو سلام پہنچانے کی توفیق دی جو محض اور محض اس کے فضل سے ہی ممکن ہوا تھا۔

پھر باغ احمدؑ کے احاطہ میں اصحاب احمدؑ کی قبریں ہیں۔جن کی قبروں کی جگہ حضورؑ کو اسی خواب میں دکھا دی گئی تھی اور جس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا تھا اور ان تمام برگزیدہ اصحاب کی قبریں بتلایا گیا تھا جو بہشتی ہیں۔جن کے لئے حضرت مسیح پاکؑ نے دعا بھی کی تھی کہ یہ جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ بنے۔پھر یہ بھی دعا کی کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔آمین یا رب العالمین۔

ان میں سے وہ بھی تھے جو قادیان میں آکر ایسے آباد ہوئے کہ مہدی دورانؑ کے قدموں میں ہی ہمیشہ کے لئے ڈھیر ہو گئے اور اپنے وطن کا خیال تک بھی دل میں دوبارہ نہ آنے دیا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ جن کی وفات 11 اکتوبر 1905ء میں ہوئی تھی اور امانتاً عام قبرستان میں جو آبادی کے جانب شرق ڈھاب کے قریب تھا میں دفن کئے گئے تھے، جلسہ سالانہ 1905ء کے ایام میں جب بہشتی مقبرہ کے لئے زمین مختص ہو چکی تھی، حضورؑ نے 27 دسمبر کو خود ایک مجمع کثیر کے ساتھ ان کی نماز جنازہ ادا کر کے بہشتی مقبرہ میں تدفین فرمائی اور یہ وہاں سب سے پہلی قبر تھی۔اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے حضور نے چند شرائط بھی رکھی تھیں اور اس کے انتظام کے لئے ایک انجمن بھی قائم فرمائی جس کا نام "انجمن کارپرداز ان مصالح قبرستان" رکھا۔اس کے صدر حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ مقرر فرمائے۔پھر جب کام پھیلنا شروع ہوگیا تو مختلف انتظامات اور امور کے یکجائی صورت میں چلانے کے لئے احباب کی تجویز پر ایک واحد مرکزی کمیٹی کا قیام منظور فرمایا اور یوں صدر انجمن احمدیہ کا وجود سامنے آیا۔اس کے بعد تینوں انجمنیں جو اس سے پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول اور ریویو آف ریلیجنز اور مقبرہ بہشتی کے انتظام کے لئے علیحدہ علیحدہ مقرر تھیں اس مرکزی انجمن کے ماتحت آگئیں۔جنوری 1906ء میں اس کے قواعد مرتب کر کے شائع ہوئے اور صدر حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ کو ہی مقرر فرمایا جبکہ سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو بنایا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو ابھی چھوٹے تھے اس انجمن کے ممبر مقرر فرمائے۔

لنگر خانہ اور مہمان خانہ حضرت اقدسؑ نے براہ راست اپنے ماتحت ہی رکھا تھا تا مہمان نوازی میں کسی قسم کی کمی نہ رہے اور مہمانوں کا بھی براہ راست آپ کے ساتھ تعلق ہو۔وہ لنگر خانہ اور مہمان خانہ بھی قادیان میں ہے۔

پھر قادیان کے اسی باغ میں جو بہشتی مقبرہ سے ملحقہ شہ نشین ہے جہاں اب بارہ دری تعمیر ہو چکی ہے۔اس چبوترا نما جگہ پر حضورؑ باغ میں اپنے اصحاب کے ساتھ مجلس لگاتے تھے۔کانگڑہ کے 4 اپریل 1905ء کے زلزلہ کے بعد حضرت اقدسؑ کچھ عرصہ کے لئے بہشتی مقبرہ سے متصل اس باغ میں ٹھہرے تھے۔اس باغ میں تو گویا ایک چھوٹی سی بستی ہی آباد ہوگئی تھی۔بعض اصحاب کی رہائش کے ساتھ اخبارات اور انجمن کے دفاتر بھی یہیں منتقل ہو گئے تھے۔کوئی عرصہ تین ماہ یہیں قیام فرمایا۔2 جولائی 1905ء کو حضور واپس قادیان تشریف لائے تھے اور احمدی محلہ پھر سے آباد ہوگیا۔جو طاعون جیسی مہلک وبا کے ایام میں بھی "امن است در مقام محبت سرائے ما" کا مصداق تھا۔

اس کے بعد مقام ظہور قدرت ثانیہ ہے۔جہاں 26 مئی 1908ء

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں وفات پاجانے اور تجہیز وتکفین کے بعد وہاں موجود احباب نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کی امامت میں جنازہ ادا کر کے حضرت اقدسؑ کا جسد اطہر باوجود مخالفین سلسلہ کی ہر طرح کی سازشوں کے اگلے روز صبح 27 مئی 1908ء کو بغرض تدفین لا کر مکان حضرت اماں جانؓ میں رکھا گیا تھا۔ وہیں احباب جماعت نے اپنے آقا کے آخری دیدار کا شرف پایا۔ آم کے درخت کے نیچے انتخاب خلافت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی جو اب جنازہ گاہ کے نام سے جانی جاتی ہے اور پھر بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت اقدسؑ نے رسالہ الوصیت میں جماعت کے نظام کو چلانے کے لئے دو چیزوں کو ضروری قرار دیا تھا یعنی قدرت ثانیہ اور انجمن کو یعنی صدر انجمن احمدیہ۔ انجمن حضور کی زندگی میں قائم ہو چکی تھی مگر قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کا قیام حضورؑ کی وفات کے بعد ہی مقدر تھا۔ اس وقت جماعت کی کل بارہ سو کی تعداد پر مشتمل تجنید تھی جو وہاں حاضر بھی تھے۔ جماعت قادیان نے حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں تحریری درخواست پیش کی اور بالاتفاق ان کے بطور خلیفہ انتخاب کو ’’مطابق رسالہ الوصیت‘‘ قرار دے کر سب نے بیعت کر لی تھی۔ جبکہ بعد میں کچھ لوگوں نے اس کی حقیقت کو نہ سمجھا اور سلسلہ خلافت سے انکار کر کے منکرین خلافت و غیر مبایعین کہلائے اور لاہوری فرقہ کے طور پر مشہور ہوئے اور یوں حضرت اقدسؑ کے مقام نبوت کے بھی منکر ہو گئے۔

پھر مسجد نور بھی ہے جہاں خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔ یہ مسجد تعلیم الاسلام اسکول اور کالج کے احاطہ میں تھی۔ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خلیفہ اولؓ کا جنازہ ہائی اسکول کے میدان میں پڑھایا تھا۔ خلافت احمدیہ کی تاریخ کے حوالہ سے اس مسجد کی اپنی اہمیت ہے۔ تعلیم الاسلام کالج کی زمین صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے مگر اب وہاں سکھ نیشنل کالج قائم ہے۔ بورڈنگ تحریک جدید بھی ہے جو صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت ہے مگر وہاں اب خالصہ ہائی اسکول ہے۔ محلہ دارالعلوم میں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ جن کو حضرت اقدسؑ کی دامادی کا بھی شرف عطا ہوا تھا یعنی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے شوہر تھے اور حضرت نواب امۃ الحفیظ صاحبہؓ کے رشتہ میں خسر بھی تھے کیونکہ حضرت نواب عبداللہ خاں صاحبؓ جو حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے بیٹے تھے، کی شادی حضرت نواب امۃ الحفیظ صاحبہؓ سے ہوئی تھی جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی چھوٹی بہن تھیں۔ پھر قصر خلافت، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، سرائے وسیم، گیسٹ ہاؤسز اور نور ہسپتال بھی ہیں۔

جامعہ احمدیہ قادیان کی وسیع و عریض عمارت ’’سرائے طاہر‘‘ کہلاتی ہے۔ یہ وہی درسگاہ ہے جس کے ربوہ میں قائم شاخ کے ہم بھی فارغ التحصیل ہیں۔ قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں دو مدرسوں کی بنیاد پڑی تھی۔ 1898ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ شروع ہوا۔ قادیان میں ابتداء میں احمدی بچوں کو آریہ سکول میں بھیجنے کی بجائے حضورؑ نے یہ اپنا اسکول جاری کرنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ جو بعد میں ترقی کر کے مڈل اور پھر ہائی بن گیا تھا۔

مارچ 1900ء میں اسی مدرسہ میں ایک شاخ دینیات کی کھولنے کی تجویز ہوئی تھی۔ دو بزرگان و علماء سلسلہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ اور حضرت برہان الدین جہلمی صاحبؓ کی وفات کے بعد 1905ء جلسہ سالانہ میں حضرت اقدسؑ نے اپنی تقریر کے دوران اسی تجویز کو دوبارہ پیش فرمایا کہ موجودہ انگریزی مدرسہ کے علاوہ ہمیں ایک ایسی درسگاہ کی بھی ضرورت ہے جس میں ایسے علماء پیدا کئے جائیں جو علوم عربی کے ساتھ ساتھ کسی قدر انگریزی اور دیگر علوم سے بھی واقفیت رکھتے ہوں۔ حضور کی تقریر میں اتنا سوز اور درد تھا کہ کہا جاتا ہے کہ سامعین پھوٹ کر رونے لگے اور تقریر کے بعد اس کو عملی جامہ پہنانے پر غور شروع ہو گیا۔ اور یہ طے پایا کہ علماء اور مبلغ پیدا کرنے کے لئے الگ شاخ قائم کی جائے جو 1906ء سے جاری کر دی گئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سلسلہ احمدیہ جلد اول میں اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ’’حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد 1908ء کے جلسہ سالانہ میں یہ سوال پھر جماعت کے مشورہ کے لئے پیش کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یادگار میں دینیات کی شاخ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول سے کاٹ کر ایک مستقل مدرسہ کی صورت میں قائم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت سے یہ شاخ ایک مستقل مدرسہ کی صورت میں قائم ہو گئی اور یہی وہ درسگاہ ہے جو اس وقت مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کی صورت میں قائم ہے۔‘‘

پھر درویشان قادیان جو تقسیم ہند کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر حفاظت مرکز پر مامور ہوئے تھے ان کی رہائش گاہیں بھی ہیں۔ خاکسار کے آباؤ اجداد بھی قادیان کے قریب ایک گاؤں پیروشاہ کے رہنے والے تھے اور عہد خلافت ثانیہ کے آغاز میں سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے تھے۔

آغاز میں علم (لواء) کا ذکر چلا تھا تو موقع کو غنیمت جانتے ہوئے قارئین کے علم کے لئے اس کی بھی مختصراً تاریخ پیش ہے کیونکہ یہ بھی پہلی بار اسی سرزمین پر لہرایا گیا تھا جو ’’لوائے ما پناہ ہر سعید خواہد بود‘‘ کا مصداق ہے۔ 1939ء کا سال جو کہ جماعت احمدیہ کے پچاس سالہ قیام اور خلافت ثانیہ کے عہد کا پچیسواں سال تھا۔ اس سال جلسہ سالانہ کو خلافت جوبلی کے لئے مخصوص کر دیا گیا اور جلسہ سالانہ کے موقع پر ہی لوائے احمدیت بنا کر لہرانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ لہذا اس کام کی تکمیل کے لئے حضورؓ نے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں جھنڈے کا ڈیزائن اور پیمائش کے علاوہ صحابہؓ وصحابیاتؓ حضرت مسیح موعودؑ سے اس کے اخراجات کے لئے چندہ وصول کرنا اور ان سے کپڑا تیار کروانا نیز پول کی تیاری اور جھنڈے کے نصب کرنے اور لہرانے جیسے امور شامل تھا۔ اس کمیٹی کی نگرانی حضرت چوہدری سر ظفراللہ خان صاحبؓ کے ذمہ تھی مگر ان کی مصروفیات میں ان کی غیر موجودگی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صدارت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

تمام کوشش کے بعد ایک سو تیس روپے کے قریب جمع ہوئے۔ اس سے روئی کی خرید کی باری آئی تو حضرت مصلح موعودؓ کی منشائے مبارک تھی کہ وہ کپاس خریدی جائے جو صحابہؓ نے کاشت کی ہو۔ اس کے لئے سندھ کی خبر ملی مگر ایسی کپاس نہ مل سکی۔ مگر حضورؓ کی خواہش کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پورا کر دیا کہ حضرت میاں فقیر محمد صاحبؓ امیر جماعت ونجواں ضلع گورداسپور جو مشہور صحابی تھے، قادیان تشریف لائے اور کچھ سوت حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ میں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے ہاتھ سے بیج بویا اور پانی دیتا رہا اور پھر چنا اور صحابیوںؓ سے دھنوایا اور اپنے گھر میں اس کو کتوایا ہے۔ یہ سوت پہنچنے پر ان سے درخواست کی گئی کہ گھر پر اس کا بچا کوئی اور سوت بھی ہے تو بھجوا دیں تو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کے ذریعہ مزید آٹھ دس سیر روئی قادیان پہنچی جو حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ سیکرٹری لجنہ اماء اللہ کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھیجی گئی کہ حضورؓ کے ارشاد کے ماتحت صحابیاتؓ سے اس روئی کا سوت تیار کروا دیں۔ اس امر کی تعمیل کے بعد صحابی بافندگان کے ذریعہ قادیان اور تلونڈی میں کپڑا بنوایا گیا۔ پھر جھنڈے کا سائز طے ہونے پر کپڑا کو مطلوبہ سائز جو اٹھارہ فٹ لمبا اور نو فٹ چوڑا

بقیہ صفحہ 33 پر

طلوع وغروب آفتاب

23مارچ2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:06	18:33
مدینہ منورہ	05:05	18:34
قادیان	05:07	18:42
ربوہ	04:47	18:22
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:29	18:21